خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

فیصل آباد پاکستان

ماہنامہ

مِلّیہ

صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

بمطابق دسمبر 2013ء

کلمۃ الحبیب

- گُھمسان کا رَن
  ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
- مجالس حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ (سید الطائفہ، قطب الاقطاب)
- شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد انوری قُدِّسَ سِرُّہٗ
  حافظ عبدالقادر آنور پتوکی
- تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں
  ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
- ۱۴، آیات سجدہ کو ایک مجلس میں پڑھ کر دعاء کی قبولیت
- خواتین کے صفحات — خادمۃ القرآن
- بچوں کے صفحات

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی
خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

قطب الاقطاب حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرّہٗ

چراغِ دہلیؒ

آہ وُہ عہدِ باصفا تِرا
جس سے پاتے ہَیں ہم سُراغ تِرا
کتنے طُوفان سَر سے گُزرے ہَیں
جَل رہا ہَے مگر چراغ تِرا

(۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

○

[1] حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغِ دہلی (م - ۷۵۷ھ) جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہما اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

ملیہ

فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

صفر المظفر ۱۴۳۵ھ جلد نمبر 10

بمطابق

دسمبر 2013ء شمارہ نمبر 2

فہرست مضامین

کلمۃ الحبیب

- گھمسان کا رَن — ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی — 2
- مجالس سید الطائفہ، قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ — 11
- شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد انوری قُدِّسَ سِرُّہٗ — 15
  حافظ عبدالقادر آنور پتوکی
- تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں — 19
  ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
- ۱۴، آیات سجدہ کو ایک مجلس میں پڑھ کر دعاء کی قبولیت — 34
- خواتین کے صفحات — خادمۃ القرآن — 39
- بچوں کے صفحات — 43

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ

بفیض

حضرت سیّد نفیس الحسینی

رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر: حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر: جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 25 روپے — پاکستان میں سالانہ 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے

ماہنامہ ملیہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد

041-8711569

0321-6611910

ناشر..... حبیب الرحمٰن لدھیانوی — مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد — Decl No. 3483-85

کلمۃ الحبیب

گھمسان کا رَن

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

عرصہ دراز سے بلکہ جب سے یہ ”ماہنامہ ملیہ“ جاری ہوا ہے اس وقت سے اپنے قلم سے اس مجبور بے بس ملک کے لئے نوحے لکھتے لکھتے قلم جواب دے چکا ہے۔ ہاتھ شل ہو رہے ہیں، پھر بھی حادثات ہیں کہ تھمتے ہوئے نظر نہیں آ رہے۔ کوئی چارہ گر نہیں۔

گھمسان کا رَن پڑ چکا ہے، ہر طرف افراتفری کا عالم ہے، ہر طبقہ اپنی اپنی بولی بول رہا ہے، بم پھٹ رہے ہیں، گولیوں کی تڑتڑاہٹ، کرفیو کی سنسناہٹ عام ہے، کسی کو کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ لہو ارزاں ہو چکا ہے، ہم نے یہ سوچ کر غیروں کو اپنے ہمسائے ملک پر حملہ کرنے کی نہ صرف اجازت دی تھی کہ ہمیں کچھ نہیں کہا جائے گا، بلکہ ہم پر ڈالروں کی بارش بھی ہوگی۔ مگر اپنے ہم سائے کے لئے جو گڑھا کھودا تھا آج ہم خود اس میں گرائے جا چکے ہیں۔ ہمارا ہمسایہ ملک پھر بھی آبرو کے تقاضے پورے کر رہا ہے، اور ہم اپنی آبرو کھو بیٹھنے کے باوجود غیروں سے امید لگائے بیٹھے ہیں۔

امریکہ کا تھنک ٹینک تھک چکا ہے، اس کی تھنگنگ کے سوتے خشک ہو چکے ہیں، وہ ہمارے ہمسائے ملک سے نامراد اور ذلیل خوار ہو کر نکل رہا ہے۔ اور اپنے جانے کے لئے محفوظ راستے حاصل کرنے کے لئے انہی بے سروسامانوں سے معاہدے کر رہا ہے۔ اور ہم ہیں کہ ہمیں اسی خدمت کی پاداش میں اپنی ناکامی کا سارا ملبہ اس صورت میں ہم پر ڈال کر جا رہا ہے کہ جنگ کے بعد تباہی کو جو اثرات ہوتے ان سے ہم ہی چکنا چور ہو رہے ہیں۔ طالبان کا کیا ہے جنگ لڑی بعد میں اپنی چادر کندھے رکھی اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ جا وہ جا۔ امریکہ کے جانے کے بعد بھی طالبان کے پاس اسلحہ

موجود، ان کا کاروبار محفوظ، ان کی آبرو محفوظ، ان کی انا محفوظ۔ اور ہم ہیں کہ اس بات پر لڑ رہے ہیں کہ امریکہ کی راہداری بند کرنی چاہیے کہ نہیں۔

افغانستان میں وہ کچھ نہیں ہوا جو کچھ ہمارے ہاں ہونے جا رہا ہے، بلکہ ہو رہا ہے۔ ہمارے ملک کی معیشت کے پرخچے اڑ رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں دہشت گردی عام ہوگئی ہے، قتل و غارت گری کا بازار تھمنے کو نہیں آ رہا۔ مساجد، مدارس، فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ رہی سہی کسر ہماری خفیہ ایجنسیاں مدارس پر دن رات چھاپے مار کر پوری کر رہی ہیں۔ عدالتیں دنیا جہان کے سامنے جرم کا ارتکاب کرنے والے مشرف کو ہر جرم سے بری قرار دیتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ یہ باتیں وہ ہیں جو کہ لکھ لکھ کر تنگ آ چکے ہیں، کوئی موضوع ہی نہیں مل رہا، اگر ملتا ہے تو اس کے لئے الفاظ نہیں ملتے، اور گر الفاظ ملتے ہیں تو موضوع کو چُننا مشکل ہو گیا ہے۔ وہی الفاظ بار بار دوہرا دیئے جاتے ہیں۔ مگر ہمارے بدل بدل کر آنے والے حکمران بدلنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ نہیں کہ ان کو کچھ معلوم نہیں بلکہ سب کچھ معلوم ہے، اور سب اچھا کرنے کے نام سے برسر قتدار آتے ہیں اور پھر اُسی راستے پر چلتے ہیں جس پر ان سے پہلے حکمران چلتے رہے، بلکہ اپنے پہلے حکمرانوں کے چھوڑے ہوئے ادھورے کام آنے والے حکمران پورا کرنے میں مگن ہو جاتے ہیں۔

لیڈر وہ ہوتا ہے اپنے مدّ مقابل کو لاجواب کر دے۔ تقسیم ہند سے قبل برطانیہ سے ''مسٹر سر اسٹیوفورڈ کرپس'' ایک مشن پر ہندوستان آیا، اس نے ہندوستان کے چوٹی کے لیڈروں سے ملاقاتیں کیں۔ جاتے جاتے وہ مجلس احرار اسلام ہند کے بانی و صدر، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ سے بھی ملا۔ یہ ملاقات میاں افتخار الدّین کے رہائش گاہ پر ہوئی۔

مسٹر کرپس نے رئیس الاحرارؒ سے سوال کیا آپ کیا چاہتے ہیں؟۔ اس پر رئیس الاحرارؒ نے مسٹر کرپس سے اُلٹا سوال کر دیا کہ آپ ہمارے لئے کیا لے کر آئے ہیں؟ اس پر مسٹر کرپس لاجواب ہو گیا۔ پھر رئیس الاحرارؒ نے مسٹر کرپس سے فرمایا کہ میں حیران ہوں کہ آپ کو ہم پر حکمرانی کرتے ہوئے سو سال سے زیادہ گزر چکا ہے، اور ہم لوگ آپ کے خلاف آزادی کی تحریک چلا رہے ہیں، کیا آپ کو ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ ہم کیا

چاہتے؟۔آپ کوتو چاہیے تھا اب آپ ہمارے ہندوستان کے لئے آزادی کا پروانہ لے کرآتے۔

پھر رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ نے مسٹر کرپس سے سوال کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ سوشلزم کے حامی ہیں لیکن آپ یہ بتایئے کہ اگر سوشلزم کی تحریک انگریزی مفاد کے مقابلے میں آجائے تو کیا پھر آپ انگریزی مفاد کا ساتھ دیں گے یا سوشلزم کا؟ مسٹر کرپس اس سوال پر بہت چکرائے،ان سے اور کوئی جواب تو بن نہ پڑا البتہ انہوں نے کہا کہ انگریزی قوم کا مفاد کیا ہے اور انگریز قوم کس حد تک سوشلزم کو پسند کرتی ہے یہ تو جنگ کے بعد ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے،سردست تو میں ہندوستانی سیاستدانوں کے خیالات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کس حد تک آزادی حاصل کر کے جنگ میں امداد کر سکتے ہیں۔رئیس الاحرارؒ نے اس پر فرمایا کہ یہ مسئلہ بھی بحث طلب ہے کہ یہ جنگ کن لوگوں کے مفاد کے لئے لڑی جارہی ہے۔ساتھ ہی رئیس الاحرارؒ نے مسٹر کرپس پر یہ سوال کیا کہ آپ کو دنیا کی آزادی زیادہ محبوب ہے یا انگریز قوم کی۔اگر انگریزی حکومت قومیت سے بلند ہوکر جنگ لڑے تو دنیا کے عوام اس کا ساتھ دے سکتے ہیں۔لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ انگریز قوم زندگی کے کسی موڑ پر بھی اپنے قومی مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کرتی۔مسٹر کرپس نے ان سوالات کے جواب دینے کی بڑی کوشش کی،لیکن وہ کوئی خاص جواب نہ دے سکے۔مسٹر کرپس نے آخر میں کہا کہ میں آپ سے بڑی تفصیلی بات چیت کرنا چاہتا ہوں اس لئے اگر آپ مجھے کلکتہ آکر ملیں تو میں بڑا مشکور ہوں گا۔اس گفتگو میں ترجمان کے فرائض ڈاکٹر عبدالقوی لقمان مرحوم نے ادا کیے۔

اور ہم وہ لوگ ہیں کہ آج تک یہ نہیں طے کر سکے کہ ہم گیارہ سال قبل جس جنگ کے حصہ دار بنے تھے وہ جنگ کس کے مفاد کے لئے شروع کی گئی تھی۔رئیس الاحرارؒ کے فرمان کے مطابق ''انگریز قوم زندگی کے کسی موڑ پر بھی اپنے قومی مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کرتی'' اسی طرح امریکی قوم بھی اپنے قومی مفاد کے علاوہ کوئی جنگ نہیں کرتی۔

ہمارے وزیراعظم جب امریکہ یاترا کے لئے گئے اور امریکی صدر اباما سے ملاقات کے لئے پہنچے تو امریکی صدر کے سامنے اپنے مطالبات کی فہرست سنانے لگ گئے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اباما سے کہتے کہ اب میں آپکی سننے نہیں بلکہ اپنی سنانے آیا ہوں۔ بلکہ اخباری اطلاعات کے مطابق ہمارے وزیراعظم پر صدر اباما کا اتنا رُعب تھا کہ ان سے وہ فہرست پڑھی نہیں جارہی تھی۔ اسی وجہ سے اس فہرست کو پڑھتے ہوئے ڈرون حملوں کا مطالبہ پڑھ نہ سکے۔ یہی وجہ ہے کی امریکی پریس نے لکھا ہے کہ پاکستان کے وزیراعظم نے ڈورن حملوں کے خلاف کوئی بات ہی نہیں کی۔

امریکی کچھ بھی ہیں ان سے لاکھ اختلاف کرسکتے ہیں مگر ان کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے ملکی مفاد پر کوئی سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ وہ اپنے مخالف کو تباہ و برباد بھی کرڈالتے ہیں اور اگر ضرورت پڑے تو اپنے مخالف سے مخالف کے ساتھ بھی اپنے ملکی مفاد کے لئے اپنے اختلافات کو پس پُشت ڈالدیتے ہیں۔ مثلاً ایران ہی کو لے لیجئے۔ اب امریکہ اور ایران آپس میں اپنے اختلافات بھلا کر کسی آبرومندانہ معاہدے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ بلکہ کچھ معاہدے ہوچکے ہیں۔ جبکہ ایران ولایت فقیہ کے نظریہ کے مطابق امریکہ کو ''بزرگ شیطان'' کہتے ہوئے نہیں تھکتا تھا، اور اب ایران کی زبان میں لُکنت پیدا ہونا شروع ہوگئی ہے۔ لگتا ہے کہ ولایت فقیہ نے نیا اجتہاد کرلیا ہے۔ اور وہ امریکہ جس نے ایران کو چونتیس سال سے تنہا کیا ہوا تھا اسی کو عالمی برادری میں سمجھوتے کے ذریعہ باعزت مقام دلانے کی کوشش کررہا ہے۔ امریکہ نے بذات خود ہی نہیں سمجھوتہ کیا بلکہ نیٹو کے کئی ممالک کو بھی اس میں شامل کرلیا ہے۔ اس کی وجہ امریکہ اور ایران کا اپنے ایک مشترکہ دشمن کے خلاف محاذ بنانا ہے۔ وہ مشترکہ دشمن افغانستان میں ''طالبان'' ہیں۔ امریکہ افغانستان سے پسپا ہوکر نکل رہا ہے مگر وہ اپنے مفادات کے لئے اپنی کچھ فوج افغانستان چھوڑ کر جانا چاہتا ہے۔ اس کے لئے اس نے افغان لویہ جرگہ سے ایک معاہدہ بھی کرلیا ہے۔ اب افغانستان میں امریکی فوج انتہائی قلیل تعداد میں رہے گی۔ جبکہ طالبان نے امریکہ ہی نہیں بلکہ نیٹو کے ۴۵/ممالک کی کثیر تعداد میں فوج کو ناکوں چنے چبوادیئے اور اور اب وہ ناکام ونامراد ہوکر نکل رہے ہیں تو تھوڑی سی فوج سے لڑنا طالبان کے لئے کوئی مشکل نہ ہوگا۔ لہذا امریکہ کو افغانستان کے کسی ایسے ہمسایہ کی ضرورت تھی جو کہ طالبان سے ہمدردی نہ رکھتا ہو۔ ایران نے ہمسایہ ہونے کے ناتے کبھی طالبان حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ کیونکہ ایران میں شیعہ مسلک کی حکومت ہے، اور

طالبان راسخ العقیدہ سنی لوگ ہیں۔ولایت فقیہ ہی کے نظریہ کے مطابق ایران نے افغانستان میں طالبان دور میں ان کے مخالفوں کی پشت پناہی کی۔ایران کے امریکہ کے ساتھ جتنے بھی سخت اختلافات ہوں مگر طالبان کے معاملے میں وہ اور امریکہ دونوں ایک ہیں۔یہی وجہ ہے کہ نائن الیون کے موقع پر جب امریکہ نے افغانستان پر بمباری کی اور پھر کابل پر قابض ہوا تو اس کے قبضہ کرانے میں سب سے بڑا دخل ایران ہی کا ہے۔اگر ایران امریکہ کا ساتھ نہ دیتا تو کبھی بھی امریکہ کابل پر قابض نہیں ہوسکتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ جب امریکہ کابل میں داخل ہوا تھا تو اس وقت کے اخبارات میں ایرانی اور امریکی وزرائے خارجہ کی خوشی میں آپس میں ہاتھ ملانے کی تصویریں شائع ہوئی تھیں۔

امریکہ کا ایران کی طرف ہاتھ بڑھانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس نے ایرانیوں کی امریکی مخالفت میں اپنے موقف پر مستقل مزاجی کی وجہ سے ایران کی طرف جھکاؤ اختیار کیا۔اور ہمارے پاکستانی حکمرانوں کی منافقانہ اور ذاتی مفادانہ پالیسی دیکھ کر ہم سے دوری اختیار کی۔ہمارے حکمران بھی اگر نائن الیون کے وقت ایک فون پر ڈھیر ہوجانے کی بجائے اپنے ملک وقوم کے مفاد کے لئے کوئی مثبت موقف اختیار کرتے تو شاید ہماری حالت یہ نہ ہوتی۔ایران کی امریکہ سے مخالفت کے باوجود امریکہ نے آج تک ایران پر کوئی ڈرون حملہ نہیں کیا،اور اس کے مقابلے میں ہمارا حال یہ ہے کہ ہم امریکہ کے عشق میں سب کچھ لُٹا کر بھی اس کے ڈرون حملوں کا سامنا کررہے ہیں۔

کچھ عرصہ قبل ہمارے ملک میں طالبان کے ساتھ مذکرات کا شور وغوغا برپا ہوا تھا۔دونوں طرف سے امیدیں باندھی گئی تھیں کہ شاید ان مذکرات کے نتیجہ میں کوئی ایسا حل نکل آئے کہ جس سے اس درماندہ پاکستانی قوم کو سکون نصیب ہوسکے۔اس کے لئے آل پارٹیز کانفرنس بھی بلائی گئی تھی،جس میں تمام وہ پارٹیاں شامل تھیں جو کہ انتخابات میں کسی بھی حیثیت میں کامیاب ہوکر اسمبلی میں پہنچی تھیں۔اس آل پارٹیز کانفرنس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا تھا کہ پہلے طالبان سے مذاکرات کئے جائے،اگر ناکامی ہوئی تو بعد میں دوسرا طریقہ دیکھا جائے گا۔مگر ہوا یہ کہ فوراً میڈیا میں ان لوگوں نے شور مچانا شروع کردیا جو کہ طالبان سے مخاصمت رکھتے تھے یا جن لوگوں کو ان کی عوامی مقبولیت نہ ہونے کی وجہ سے عوام میں کوئی پذیرائی نہ تھی اور اسی لئے ان کو آل پارٹیز

کانفرنس میں نہیں بلایا گیا تھا۔اور میڈیا میں بات اٹھائی گئی کہ اگر مذکرات ناکام ہوگئے تو پھر فوجی آپریشن کیا جائے۔یعنی عوام کو پہلے ہی بتانا شروع کردیا کہ یہ مذاکرات ناکام ہونگے اور عوام پہلے ہی سے فوجی آپریشن کے لئے تیاہوجائیں۔ بلکہ عوام اور فوج کو تیار کیا جارہا تھا۔میں نے میڈیا کا رویہ دیکھ کر اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ یہ بیرونی ڈالروں کی بارش کی بنا پر مذاکرات کے میز کو اس میں بہالے جانا چاہتا ہے۔میں نے کہا تھا کہ میرا نظریہ یہ ہے کہ جس طرح میڈیا لوگوں میں مذکرات کے خلاف اور فوجی آپریشن کے حق میں فضا ہموار کررہا ہے بہتر یہی ہے کہ پہلے تحریک طالبان سے جنگ کرلی جائے،تا کہ بعد میں ان لوگوں کے دلوں میں یہ خوش فہمی باقی نہ رہ جائے کہ ہم نے بلاوجہ مذکرات کئے بہتر یہ تھا کہ ان کے خلاف اعلان جنگ کیا جاتا۔میرے حساب سے پہلے جنگ کرنے کا فائدہ یہ تھا کہ ان لوگوں کے دلوں سے یہ خوش فہمی نکل جاتی۔ پہلے تو ہم نے اس جنگ میں پچاس ہزار کے قریب لوگ مروائے ہیں،اور اب نئی جنگ میں لاکھ دولاکھ بے گناہ مروانے کے بعد میز پر آجائیں گے۔جس طرح امریکہ گیارہ سال طالبان سے جنگ کرنے کے نتیجے میں اپنا سب کچھ تباہ کروابیٹھا۔اپنی اکانومی،اپنے فوجی،اپنی ساکھ خراب کربیٹھا،پھر اس کی سمجھ میں آیا کہ اب مذاکرات کرلئے جائیں،اسی طرح ہم بھی جنگ کرنے کے بعد مذاکرات کرتے۔مگر ہماری حکومت نے دانشمندی کی کہ ان لوگوں کی بات میں نہیں آئی اور طالبان سے مذاکرات کے لئے وفد بھی تشکیل دیدیا۔مگر مذاکرا مخالف لوگوں کی نیندیں اُڑگئیں۔لیکن امریکہ اپنے چاہنے والوں کو مایوس نہیں کرتا۔میرے خیال میں تو امریکہ بھی ان مذاکرات کا مخالف نہیں تھا مگر لگتا ہے کہ جن کی دال روٹی امریکہ کی امداد سے چل رہی تھی ان کو اپنی دال روٹی بند ہونے کا فکر لاحق ہوگیا۔اور جاسوسی کرکے طالبان لیڈر حکیم اللہ محسود پر ڈرون حملہ کروا کر سارے امن منصوبے پر پانی پھر دیا۔اور پھر اس کے بعد صوبہ خیبر میں ایک مدرسہ پر حملہ کروا کہ رہی سہی امید بھی ختم کردی۔

ہم لوگوں کا شیر بننے کا بڑا شوق ہے،ہمارے حکمرانوں کا انتخابی نشان چونکہ شیر ہے اس لئے ہر جگہ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں شیر آیا،شیر آیا،مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس

ہے۔ ہمارے لیڈر شیر کی کھال میں گیدڑ ہی ہیں۔ آج سے تقریباً چالیس پہلے ایک کہانی پڑھی تھی جس میں ہمارے حالات پر طنز کیا گیا تھا۔ وہ کہانی ایک بے روزگار نوجوان کے گرد گھومتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اخبار میں چڑیا گھر کی انتظامیہ کی طرف سے ملازمت کا اشتہار شائع ہوا، تو لوگ بڑی تعداد میں انٹرویو کے لئے چڑیا گھر گئے۔ جب انٹرویو شروع ہوا تو دیکھا کہ جو بھی امیدوار انٹرویو کے لئے اندر جاتا ہے وہ فوراً ہی غصے میں بڑبڑاتا ہوا باہر آ جاتا ہے۔ ایک نوجوان جو کہ ''بی اے'' پاس تھا اور بہت ہی زیادہ ضرورت مند تھا وہ جب اندر گیا تو انٹرویو لینے والے نے سوال کیا کہ تم بندر بننا پسند کرو گے۔ وہ نوجوان پریشان سا ہو گیا، پھر بھی اس نے حوصلہ کر کے پوچھ لیا کہ آپ ایک انسان کو بندر کیوں بنانا چاہتے ہیں۔ تو چڑیا گھر والے افسر نے کہا کہ اصل میں ہمارا وہ بندر مر گیا ہے جو کہ لوگوں کو تماشا دکھاتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد ابھی تک کوئی بندر اس کی طرح تماشا نہیں دکھاتا، ہم ایسا بندر ڈھونڈ رہے ہیں، ابھی تک ملا نہیں۔ ہم نے سوچا کہ وقتی طور پر کسی انسان کو بندر کے تماشے کی تربیت دے کر اسے بندر کی کھال پہنا کر چڑیا گھر میں بندر کے احاطے میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ اپنے تماشے اس وقت تک دکھاتا رہے جب تک کہ کسی بندر کا انتظام نہیں کر لیا جاتا۔ یہ نوجوان کچھ زیادہ ہی مجبور تھا۔ اس نے اس نوکری کو قبول کر لیا۔ اُسے کہا گیا کہ صبح چڑیا گھر کھلنے سے پہلے آ جایا کرو اور رات کو جب چڑیا گھر بند ہو جائے تو گھر چلے جایا کرو۔ چنانچہ اس نے یہ کام شروع کر دیا، روزانہ صبح کو آتا اور بندر کی کھال پہن کر لوگوں کو کرتب دکھاتا۔ کبھی جھولے پر چڑھ کر اس میں جھولتا۔ لوگوں کا دل بہلاتا رہتا۔ ایک دفع یوں ہوا کہ وہ بندر نما انسان جھولا جھول رہا تھا، اس نے اس جھولے کو تیز چڑھایا مگر ہوا یہ کہ اس جھولے کی ایک رسی ٹوٹ گی۔ ساتھ ہی شیر کا احاطہ تھا۔ شیر اس میں کھلا پھر رہا تھا۔ جب اس کی رسی ٹوٹی تو وہ سیدھا شیر کے احاطے میں جا گرا۔ اب اس کے ہاتھ پیر پھول گئے کہ اصلی شیر اب آ کر اس کا خاتمہ کر دے گا۔ اور واقعی شیر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ تو اس خوف سے وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو دیکھا شیر اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ اس کے ہوش میں آنے پر شیر نے کہا کہ فکر نہ کرو، اگر تم ''بی اے'' ہو تو میں ''ایم اے'' ہوں۔ معلوم ہوا کہ اس بندر کی کھال پہننے والے ''بی اے'' کی طرح شیر کی کھال بھی کسی پڑھے لکھے ''ایم اے'' بے روزگار نوجوان کو پہنائی گئی تھی۔ آج معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حکمرانوں بھی اصلی شیر نہیں بلکہ انہوں نے بھی کسی مجبوری کے تحت شیر کی کھال کو استعمال کیا ہوا ہے۔

راولپنڈی کا روح فرسا حادثہ

۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بروز جمعہ راولپنڈی کو راجہ بازار میں قائم قدیمی مدرسہ تعلیم القرآن پر شیعہ جلوس کا اجتماع جمعہ پر وحشیانہ حملے نے پورے ملک میں آگ لگا دی۔ یہ مدرسہ حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ نے بنایا تھا۔ یہ مدرسہ کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتا اس کی ایک تاریخ ہے۔ پاکستان کی اکثر مذہبی اور سیاسی تحریکیں اسی مدرسہ سے اٹھیں اور کامیابی سے ہمکنار ہوئیں۔ اس مدرسہ پر حملے کا مقصد پاکستان میں انتشار کی فضا قائم کرنا تھا۔

ہمارے ملک میں طالبان سے مذکرات کی بحث چل رہی تھی کہ شاید اس سے امن قائم ہو جائے مگر امن کے مخالفوں کو یہ بات منظور نہیں تھی۔ اس لئے یہ واقعہ سرزد ہوا۔ جس سے پورے ملک میں آگ لگ گئی۔ میڈیا نے گھناؤنا اور جانبدارانہ کردار ادا کیا۔ اس دن پورے ملک میں موبائل فون بند تھے، اس لئے اس کی کوئی صحیح خبر نہیں ملی۔ مگر میڈیا نے اس واقعہ کا بلیک آؤٹ کیا۔ وہ میڈیا جو کہ کسی کتے کے زخمی ہو جانے سے بے قرار ہو جاتا ہے اور براہ راست اس کی حالات کی کمنٹری نشر کرتا ہے اس کو سانپ سونگھ گیا۔

اس میڈیا نے ہمیشہ سے مسلک شیعہ پر ہونے والے مظالم کو تو اُچھالا، اس کو بھرپور کئی کئی دن کوریج دی مگر سانحہ راولپنڈی میں مکمل خاموشی اختیار کیے رکھی۔ جس کی وجہ سے سوشل میڈیا پر ایسی خبریں چلائی گئیں کی رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پھر اس کے بعد پورے ملک میں آگ لگ گئی۔ پورے ملک میں مظاہروں کا عمل شروع ہو گیا۔ انتظامیہ حرکت میں آ گئی۔ اگر اس وقت علماء اہل سنت تدبر کا مظاہرہ نہ کرتے تو پورا ملک آگ میں جھلس جاتا۔

سوال یہ ہے کہ جس وجہ سے ہمارے ملک میں بدامنی اور قتل غارت ہوتی ہے اس وجہ کو بند

کیوں نہیں کیا جاتا۔ ہر سال محرم الحرام میں شیعہ فرقے کے لئے پورا ملک بند کر دیا جاتا ہے۔ دنیا کو یہ دیکھایا جاتا ہے کہ جیسے یہ شیعہ سٹیٹ ہے۔ ہر جگہ خار دار تاریں لگا کر بازار بند کر دیئے جاتے ہیں۔ لوگوں کا جینا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی اس پر احتجاج کرے تو اس کو مقدمے میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ کسی دوسرے فرقہ کو جلسہ جلوس کی اجازت نہیں ہوتی۔

سیدھی بات ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی ذات تمام مکاتب فکر کے لئے قابل احترام ہے۔ کوئی بھی فرقہ ان کی عظمت اور مظلومانہ شہادت کا منکر نہیں ہے۔ مگر محرم میں ایک فرقہ کے ہاتھ میں ملک کو یرغمال بنا کر بتایا جاتا ہے کہ جیسے دوسرے فرقوں نے امام حسینؓ کو مارا ہو۔

ملک میں یہ سارا فساد ایک ہی فرقہ کو اہمیت دینے سے برپا ہوتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ فوری طور پر محرم کے جلسوں اور جلوسوں کو ایک دائرے میں پابند کرے۔ شہر کے گنجان علاقوں میں جلسہ وجلوس کا انتظام کرنے کی بجائے شہر سے باہر ایک کھلی جگہ مخصوص کر دی جائے۔

جس طرح رائے ونڈ میں سالانہ تبلیغی اجتماع منعقد ہوتا ہے، وہ لاہور شہر سے باہر ہوتا ہے۔ اس اجتماع میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ آتے ہیں، اور یہ اجتماع کی رونقیں آجکل تقریباً پندرہ دن تک رہتی ہیں، مجال ہے کہ کسی کی نکسیر بھی پھوٹی ہو۔ اور کبھی بھی تبلیغی لوگوں نے شہر میں اتنا بڑا اجتماع کر کے ملک کو یرغمال نہیں بنایا۔

راولپنڈی کے واقعہ میں ابھی تک صحیح اعداد وشمار منظر عام پر نہیں آئے۔ لوگ پریشانی میں ہیں تذبذب کا شکار ہیں۔

حکومت کو چاہیے کہ وہ اس کے اصل واقعات کو منظر عام پر لائے، اور اس واقعہ کے ذمہ داروں کو سخت سزا دے۔ نیز محرم اور اس کے علاوہ تمام مذہبی جلسوں اور جلوسوں کو ان کی عبادت گاہوں تک محدود کرے۔

سید الطائفہ، قطب الاقطاب قطب العالم

مجالس حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہٗ

پہلی مجلس آٹھ بجے صبح: مولانا افضل احمد صاحب، پروفیسر عبدالمغنی صاحب اور احقر (مولانا محمد حسین للہیؒ) کے علاوہ چند مخصوص مسترشدین وخدام موجود تھے۔ مولانا عبداللہ صاحب دھرم کوٹی نے ایک رسالہ موسوم بہ ''اختلاف مرزا'' کا کچھ حصہ پڑھا۔ اس رسالہ میں مرزا صاحب کی کتابوں میں سے بہت سی ایسی عبارتیں پیش کی گئی ہیں جو ایک دوسرے کے بالکل متضاد ہیں۔

بعض مقامات پر اس نے بڑے زور شور سے لکھا ہے کہ میں نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور پھر دوسرے مقامات پر خود ہی صاف صاف لکھ دیا ہے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی ہیں اور رسول ہیں۔ اسی طرح ایک جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں تعریفی کلمات لکھے ہیں اور پھر خود ہی دوسری جگہ ان کو نہایت ہی غلیظ گالیاں دی ہیں۔

ایک جگہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین لکھا، پھر خود ہی نبوت رسالت کا دعویٰ کر کے اس عقیدہ کی خلاف لکھ دیا۔ علی ہذا القیاس اس رسالہ میں مرزا صاحب کے ایسے بہت سے اقوال بیان کئے گئے ہیں جو ایک دوسرے کی تردید کرتے ہیں۔ نو بجے مجلس برخاست ہوئی

دوسری مجلس بعد نماز عصر:

حاضرین میں سے مولانا فضل احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، مولوی فخر الدین صاحب، ڈاکٹر محمد منیر صاحب، الحاج محمد ارشد صاحب، مولوی محمد یحییٰ صاحب، سید نفیس صاحب اور دیگر علماء وعمائد شہر ومسترشدین وزائرین کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔

مولانا عبداللہ صاحب نے پہلے رسالہ ''اختلاف مرزا'' میں سے آخری حصہ پڑھا اور ختم کر دیا۔ رسالہ کے آخر میں مصنف نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ جس شخص کی ایسی متضاد تحریریں ہوں وہ

مراقی، مجنون اور مختل دماغ آدمی ہوتو سکتا ہے صحیح الدماغ انسان ہرگز نہیں ہوسکتا ہے

اس کے بعد ایک رسالہ مسمٰی بہ ''رفع الحجاب عن کید البہاء والباب'' پڑھا گیا۔ جو کہ بہائیوں اور بابیوں کے رد میں ہے۔ پہلے محمد علی باب کا ذکر ہوا کہ وہ ۱۲۳۵ھ میں شیراز میں پیدا ہوا۔ نسبًا سید تھا۔ پہلے پہلے اسے عملیات کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ سخت گرمی میں صبح سے شام تک دھوپ میں کھڑا رہتا جس سے اس کے قوائے دماغی میں اختلال پیدا ہوگیا۔

اور جنون کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس کے بعد وہ سید حسین کاظمی کے پاس گیا جو اس زمانہ کا ایک شیعہ عالم تھا۔ اس کے فلسفیانہ عقائد سے متاثر ہوکر کوفہ گیا اور وہاں کی ایک مسجد میں چلہ کیا۔ جب وہاں کے لوگ اس کے معتقد ہوگئے تو اس نے باب المہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور اس حدیث کو اپنے پر منطبق کیا کہ

''انا مدینة العلم و علی بابها ۔''

اس حدیث میں جو حضرت علی کرم اللہ وجہ کا نام مبارک ہے اس سے اس نے اپنی ذات کو مراد لیا۔ پھر نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور کہا کہ میں نے شریعت محمدیہ کو منسوخ کردیا ہے میری کتاب البیان نے قرآن کو منسوخ کردیا ہے۔ جب اس کی تعلیاں حد سے بڑھ گئیں تو اصفہان اور شیراز کے علماء نے اس کو مناظرہ کے لئے بلایا اور اس سے مہدی یا نبی اور رسول ہونے کا ثبوت طلب کیا۔

اس نے کسی دلیل یا معجزہ کے ظاہر کرنے سے عاجزی کا اظہار کیا البتہ یہ کہا کہ میں فی البدیہہ خطبہ پڑھ سکتا ہوں۔ علماء نے کہا کہ اگرچہ یہ کوئی نبوت کی دلیل نہیں ہے تاہم تم اپنا خطبہ پڑھو۔ چنانچہ اس نے خطبہ پڑھنا شروع کیا الحمد للہ الذی خلق السمٰوات والارض اس میں اس نے ''السمٰوات'' کی ت کو زبر کے ساتھ اور ''ارض'' کی ض کو زیر کے ساتھ پڑھا۔ یہ سن کر علماء نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا بس جی بس،

معلوم شد ذات شما۔ یہ الفاظ سن کر حضرت اقدسؒ خوب ہنسے۔

اس پر مولانا عبداللہ صاحب نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ ہارون الرشید کے دربار میں

ایک مدعی نبوت حاضر کیا گیا اور اس سے نبوت کی دلیل کے لئے معجزہ طلب کیا گیا۔ اور اس سے کہا گیا کہ یہ بے ریش لڑکے بیٹھے ہیں ان کی داڑھیاں اگا دو۔ اس نے کہا مجھے ان کی جوانی پر ترس آتا ہے۔ یہ تو اسی طرح اچھے لگتے ہیں۔ البتہ آپ کہیں تو آپ اور آپ کے امراء وزراء کو بے داڑھی مونچھ کے بنا دوں۔

اس کے بعد ذکر آیا کہ باب کو شیراز کے عامل نے گرفتار کر کے قید کر دیا اور ایک دفعہ پھر علماء سے مناظرہ کے لئے بلایا۔ جس میں اس نے کچھ غلط سلط عبارت لکھ کر علماء کے سامنے پیش کی جس پر عامل شیراز نے اسے مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسے خوب پیٹا گیا اور حکم دیا گیا کہ مسجد میں جا کر سب لوگوں سے معافی مانگو۔ چنانچہ اسے مسجد میں لایا گیا اس نے سب لوگوں سے معافی مانگی اور علماء کی دست بوسی کرنے لگا۔

اس پر مولانا عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ جب عنایت اللہ مشرقی نے رسالہ ''مولوی کا غلط مذہب'' لکھا اور کچھ عرصہ بعد حکومت نے خاکساروں پر گولی چلائی اور کچھ لوگ مر گئے تو عنایت اللہ مشرقی کے لوگ مولویوں سے فتویٰ پوچھتے پھرتے تھے کہ جو لوگ مرے ہیں کیا یہ شہید ہیں۔ تو مولانا عبدالعزیز جہلمی نے ان سے فرمایا تھا کہ آج تک تو مولوی کا مذہب غلط تھا۔ اب ڈیڑھ درجن گولی چلنے سے وہی مولوی صاحب فتویٰ ہو گیا۔ اس کے بعد ذکر آیا کہ کچھ عرصہ تک باب شیراز میں قید رہا۔ پھر اسے اصفہان کا عامل جو کہ عیسائی تھا، شیراز کے قید خانہ سے نکال کر اصفہان لے گیا۔ وہاں پھر علماء سے مناظرہ ہوا۔ یہاں تک پڑھا گیا تھا کہ مغرب کی اذان ہوئی اور مجلس ختم ہو گئی

لاہور۔ ۱۴ محرم ۱۳۸۰ھ، ۹ جولائی ۱۹۶۰

پہلی مجلس صبح آٹھ بجے: حاضرین میں مولانا فضل احمد صاحب، پروفیسر عبدالغنی صاحب، حاجی متین احمد صاحب کے علاوہ مخدوم زادگان اور چند اور مخصوص مسترشدین موجود تھے۔ مجلس شروع ہونے سے پہلے حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ مجلس میں حاضر ہوئے حضرت اقدس نے مزاج پوچھا۔ فرمایا آج کل طبیعت کچھ ناساز ہے۔

چند لمحے بیٹھ کر واپس تشریف لے گئے۔ پھر مجلس شروع ہوئی۔ مولانا عبداللہ صاحب نے

رسالہ ''رفع الحجاب عن کید البہا والباب'' کا کچھ حصہ پڑھا۔محمد علی باب کا قصہ چل رہا تھا۔ذکر آیا کہ کچھ دن عامل اصفہان نے اسے اپنے ہاں رکھا۔اس کے مرنے کے بعد اس کے چھوٹے بھائی نے محمد علی باب کو محمد شاہ قاچار کے حوالے کر دیا۔اور جب ناصر الدین شاہ قاچار کا زمانہ آیا تو اسے قتل کرا دیا گیا۔اس کے جانشینوں میں سے بہاء اللہ ایرانی اور صبح ازل بہت اہمیت رکھتے تھے۔دونوں سگے بھائی تھے۔دونوں کے درمیان خلافت کے سلسلہ میں خوب لڑائی ہوئی اور ان کے کئی فرقے بن گئے۔بہاء اللہ عکہ چلا گیا وہاں اس کا سلسلہ خوب پھیلا اور اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔نو بجے مجلس برخاست ہوئی

۔ دوسری مجلس بعد از نماز عصر: حاضرین میں سے مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ علماء وعمائد شہر و مسترشدین وزائرین کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔مولانا محمد عبداللہ صاحب نے رسالہ مذکور میں سے کچھ حصہ پڑھا۔اس حصہ میں مصنف نے قوی دلائل سے مرزا محمد علی باب اور بہاء اللہ ایرانی کے دعویٰ نبوت والوہیت کا رد کیا ہے۔بہاء اللہ ۱۳۰۹ھ میں مرا۔دوران قرائت کتاب مولانا محمد عبداللہ صاحب نے کہا کہ دراصل یہ مرزا محمد علی باب، بہاء اللہ ایرانی اور مرزا قادیانی انگریز ہی کے پیدا کئے ہوئے تھے۔انگریزوں نے مسلمانوں میں فتنہ ڈالنے کے لئے ایسے ایسے سر پھروں کو آگے کیا۔حضرت اقدسؒ نے اس کی تصدیق فرمائی

اختتام مجلس پر لاہور کے کلیمز کمشنر اور خان بہادر عبدالقیوم خان سابق وزیر مہاراجہ جموں وکشمیر حاضر خدمت ہوئے اور حضرت کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔خان بہادر موصوف نے اپنے حالات بیان کرتے ہوئے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں کشمیر میں جو اپنے مکانات اور باغات چھوڑ آیا ہوں، اب سنا ہے حکومت ہندوستان نے وہاں فوجی ہیڈ کوارٹر بنایا ہے اور وہاں گورونانک کی قوم نے ڈیرہ ڈالا ہوا ہے۔اور وہ ایسی بے وقوف قوم ہے کہ بجائے اس کے کہ سیبوں کے باغات کی پرورش کر کے ان سے ہزاروں روپیہ کمائیں، ان کو جلانے کی لکڑی کی جگہ کاٹ کاٹ کر معمولی قیمت پر بیچ رہے ہیں۔اس پر حضرت اقدس بہت ہنسے۔اتنے میں مغرب کی اذان ہوئی اور مجلس برخاست ہوئی۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد انوری قدس سرہٗ

حافظ عبدالقادر انور چتوکی

حضرت مولانا محمد انوری قدس سرہ العزیز کا ۲۲ رجنوری ۱۷ مطابق ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۸۹ صبح بروز جمعرات وصال ہوا تھا۔ آپ اس زمانہ کے بہت بڑے بزرگ صاحب دل بزرگ ثقہ عالم دین اور کبار اولیاء اللہ میں سے تھے۔ آپ ۲۵ رمئی ۱۹۰۱ء موضع اُگی تحصیل نکودر ضلع جالندھر بھارت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد مولانا فتح الدین اپنے علاقے کے ممتاز عالم دین متدین بزرگ اور استاذ المحدثین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد رشید تھے۔

مولود کی عمر ابھی صرف چھ ماہ کی ہوگی کہ ان کے والد زمین کے سلسلے میں ضلع فیصل آباد تشریف لے آئے اور کچھ عرصہ بعد اپنے بیٹے محمد کو اسی گاؤں کے ایک استاد حافظ محمد عمر جالندھری کے پاس تعلیم قرآن کے لیے بھیجنا شروع کیا۔ پانچ برس کی عمر میں آپ نے ناظرہ قرآن پاک ختم کرلیا اور ساتھ ہی اسکول بھی جاتے رہے۔ جب چھٹی جماعت میں ہوئے تو آپ کے والد مکرم مولانا فتح الدین نے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھانی شروع کی۔ بوستان تک گھر ہی میں تعلیم ہوتی رہی۔

فارسی کتابیں آپ کو حفظ ہوگئیں۔ پھر اس سے اگلی کتابیں پڑھانے کے لیے آپ کے والد آپ کو رائے پور ضلع جالندھر حضرت مفتی فقیر اللہ کی خدمت میں چھوڑ گئے۔ اس دوران آپ حافظ محمد صالح کے استاذ الاساتذہ حضرت مولانا فضل احمدؒ اور فقیہ العصر مفتی فقیر اللہ جیسے اکابرین کے زیر تربیت رہے۔

ان قدسی صفات بزرگوں کی صحبت سے آپ نے بہت فائدہ پایا۔ اس کے بعد پنجاب کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے دورۂ حدیث کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ دورۂ حدیث کی کتب خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیریؒ، شمس العلماء مولانا حافظ محمد احمدؒ، علامہ میاں

اصغر حسین اور شیخ الفقہ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن سے پڑھ کر فارغ ہوئے۔آپ کے استاد فقیہ العصر مفتی فقیر اللہ نے دوران تعلیم ہی آپ کو شیخ الہندؒ کے ہاتھ پر بیعت کرادیا تھا۔حضرت شیخ الہندؒ کی وفات کے بعد آپ نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

چنانچہ کچھ عرصہ بعد محدث کشمیریؒ نے مولانا محمد کو خلافت عطا فرمائی اسی وجہ سے آپ انوری نسبت سے مشہور ہوئے۔اس کے بعد قطب الاقطاب حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے بھی پہلے خلیفہ مقرر ہوئے۔دارالعلوم سے فراغت کے بعد آپ نے تدریس کے پیشے کو اپنایا اور سکول میں ماسٹر لگ گئے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے سے جو کام مخلوق خدا کی دینی رہنمائی اور قلبی صفائی کے لیے لینا تھا وہ کچھ اور تھا چنانچہ ۴۴ء میں آپ کے مرشد قطب الاقطاب حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ لدھیانہ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔

رات کے وقت آپ کو بلا کر فرمایا کہ میں آپ سے بہت خوش ہوں ضیاء القلوب کا مطالعہ کر لیں اس کی بھی اجازت دیتا ہوں اس کے مطابق بیعت کرلیا کریں اور ملازمت سکول سے سبکدوش ہوجائیں۔پس توکل کر کے بیٹھ جائیں انشاء اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہ ہوگے۔رات کے واقعہ نے تو مجھے یقین دلا دیا کہ آپ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں۔چنانچہ حضرت نے اس سے اگلے روز ہی سکول سے استعفیٰ دے دیا۔

ایک دفعہ حضرت انوریؒ رائے پور اپنے مرشد گرامی کی خدمت میں حاضر تھے۔بعد از مغرب مرشد گرامی نے آپ کو تخلیہ میں طلب فرمایا اور پوچھا کہ ذکر کے موقع پر کچھ انوارات بھی محسوس ہوتے ہیں؟ عرض کیا کہ سینے میں روشنی سی محسوس ہوتی ہے اور طبیعت میں اطمینان اور سکون قلب ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل پر سے بوجھ ہلکا ہوگیا اور ذکر سے دل کو کچھ ایسا لگاؤ پیدا ہوگیا ہے کہ بغیر پورا کیے چین نہیں پڑتا اور عموماً خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔

حضرت بہت خوش ہوئے۔فرمایا الحمدللہ اس کو تجلی کہتے ہیں کیونکہ ذات محبت نظر آنے سے بلند و بالا ہے۔کسی محبوب ترین شکل میں جلوہ گری فرماتے ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کا خواب یا بیداری

میں زیارت ہو جانا بہت ہی مبارک ہے۔

متعدد مرتبہ ارشاد فرمایا کہ رائے پور میں، میں نے خواب میں آنحضرت ﷺ کا دیدار کیا ہم کئی ساتھی تھے ہم نے خواب میں سات پارے بخاری شریف کے حضورؐ سے پڑھے۔آپ نے یہ خواب اپنے مرشد حضرت رائے پوری سے بیان کیا۔حضرت نے فرمایا بہت مبارک ہے۔آپ بخاری شریف پڑھایا کریں گے۔چنانچہ قیام پاکستان سے قبل بھی آپ کے شب و روز علوم ظاہری اور اشغال باطنی کے نشر و اشاعت میں صرف ہوتے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ فیصل آباد تشریف لائے اور محلّہ سنت پورہ میں قیام پذیر ہوئے۔ یہاں آپ نے محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیری کی یاد میں مسجد انوری کے نام سے ایک عالی شان مسجد تعمیر کی جس میں پنجگانہ نمازوں اور جمعہ کے علاوہ درس قرآن و حدیث کا بھی اہتمام کیا۔

علاوہ ازیں اپنے گھر ہی میں بچوں اور بچیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ دینی تعلیم کا اہتمام فرمایا اس مدرسہ میں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کے علاوہ فقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ علوم عالیہ و آلیہ کے پڑھانے کا بھی انتظام تھا۔تعلیم کے لیے چار پانچ مدرس ہوئے جن کی تنخواہوں اور خرچ وغیرہ کے کفیل حضرت خود تھے۔ اس مقصد کے لیے کبھی چندہ نہیں مانگا ۔لڑکیوں کے لیے حضرت کے گھر والے اور صاحبزادیاں تعلیمی فرائض سر انجام دیتیں جبکہ تفسیر حدیث اور فقہ جیسے علوم حضرت خود اکیلے ہی پڑھاتے۔اس طرح آپ نے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کو فیض پہنچایا۔اب بھی آپ کا قائم کردہ یہ ادارہ حسب سابق حضرت کے قابل وارثین کے زیر اہتمام اپنی دینی خدمات سر انجام دے رہا ہے۔

حضرت اقدس مولانا محمد انوری انتہائی متبع سنت بزرگ تھے۔آپ جیسا متبع سنت بہت کم دیکھنے کو ملے گا ۱۹۶۵ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا آپ چند روز صاحب فراش رہنے کے بعد کچھ ٹھیک ہو گئے ۔لیکن کمزوری بدستور رہی اور کسی کا ہاتھ پکڑ کر بعض اوقات تانگہ پر مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرتے۔

وفات سے کچھ عرصہ قبل جبکہ مختلف قسم کی بیماریوں نے آپ کو مجموعہ آلام بنا دیا تھا۔اور جسمانی

طور پر آپ ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آتے تھے۔ چلنا پھرنا تو درکنار بات بھی بڑی مشکل سے کرتے تھے۔ جوں ہی خدا کے منادی کی آواز کانوں میں پڑتی فوراً نماز کے لیے تیاری شروع کر دیتے۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری کے متعلق مشہور ہے کہ آپ اٹھنے بیٹھنے سے لاچار ہوتے لیکن جونہی نماز کا وقت ہوتا جسم میں قوت عود کر آتی اور نماز کی ادائیگی کے بعد آپ کی حالت پہلے جیسی ہو جاتی اسی طرح حضرت مولانا انوریؒ کو دیکھا۔ جب آپ میں اٹھنے بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رہی تو آپ کو وضو کرا کر کوئی صاحب گھر میں ہی جماعت کراتے اور آپ کو کوئی آدمی ایک دفعہ نماز سے قبل کھڑا کر دیتا۔ چنانچہ آپ اپنے خالق کے ذکر میں ایسے محو ہو جاتے کہ تمام تکالیف چند لمحوں کے لیے ختم ہو جاتیں اور آپ آرام سے رکوع وسجود کرتے لیکن جونہی نماز ختم ہو جاتی آپ پر ضعف وکمزوری والی حالت عود کر آتی اور سہارے کے بغیر ہلنا جلنا بالکل دشوار ہو جاتا۔

نبی اکرم ﷺ کا نام انتہائی عقیدت سے لیتے اور اگر کسی اور کی زبان سے آپ کا نام نامی سنتے تو رقت طاری ہو جاتا۔ اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور محدثِ عصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے تذکرے پر بھی پرانی یادیں تازہ ہو کر آپ پر رقت طاری ہو جاتا۔

جب ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ ہوئی تو حضرت مولانا محمد انوریؒ نے اپنے نورِ بصیرت سے فرما دیا تھا کہ موجودہ جنگ میں تو پاکستان کو فتح ہو گی۔ لیکن اگر اس کے بعد جنگ ہوئی تو مسلمانوں کے لیے انتہائی تباہ کن ہو گی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کا جیسا تعلق اور جیسی محبت مجھ سے ہے اور کسی سے نہیں۔ چونکہ مولانا محمد انوریؒ اسماً واخلاقاً آقائے نامدار ﷺ کے پیروکار تھے اس لیے آپ کو اخلاق نبویؐ سے وافر حصہ عطا ہوا تھا۔ آپکی مجلس میں جانے والا ہر انسان بھی یہی سمجھتا تھا کہ جیسا تعلق حضرت کو میرے ساتھ ہے ایسا اور کسی کے ساتھ نہ ہو گا۔ ہر آنے والے مہمان کی مشروبات یا چائے سے تواضع کی جاتی اور بہترین کھانا مہیا کیا جاتا۔ لوگ جو تحائف وہدایا لے کر آتے وہ عموماً پاس بیٹھنے والوں کو عطا فرماتے جاتے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابو انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

قسط 38

گزشتہ شمارے میں ذکر کیا گیا تھا کہ فکری آزادی کے پُرکشش نعرے کی بنیاد پر بہت سے رأس العقیدہ حضرات بھی ابتدا میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل وفریب میں مبتلا ہو گئے تھے۔ان میں مفکر احرار چوہدری افضل حق مرحوم، مولانا ظفر علی خان مرحوم، مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر اقبال مرحوم جیسے نابغۂ روزگار شخصیات شامل ہیں۔ پھر یہی لوگ علماء کی کی توجہ دلانے پر تائب ہوئے اور تحریک ختم نبوت کے روح رواں ثابت ہوئے۔جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ یہ دور وہ تھا کہ جب قادیانیت کے خلاف کوئی منظّم تحریک موجود نہ تھی، اور اس پر ظلم یہ کہ وہ لوگ جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظرے اور مباحلے کر کے شہرت حاصل کرنے کے دلدادہ تھے انہوں نے عدالتوں میں جا کر قادیانیوں کو مسلمانوں میں شمار کرنا شروع کر دیا تھا۔اس لئے سطحی مطالعہ رکھنے والے مخلص دیندار حضرات بھی اس بہکاوے میں آ گئے اور سمجھے کہ شاید یہ بھی مولویوں کی روایتی مناظرانہ چالیں ہیں، اور انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت کی تعریفین کرنی شروع کر دیں۔

مفکر احرار چوہدری افضل حق مرحوم کا مطالعہ بڑا وسیع تھا، انہوں نے ادبی پیرائے میں جو افسانے لکھے وہ بڑے ہی دل گداز تھے۔خصوصاً رسول اللہ کی شان میں ''محبوب خدا'' کے نام سے جو کتاب لکھی وہ پڑھ کر مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ان کی تحریر میں بھی فکری آزادی کا رنگ جھلکتا ہے۔وہ انگریز کے محکمہ پولیس میں ملازم تھے، تو ایسے ادارے میں کام کرنے والوں کو مذہب سے زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی۔ وہ تو ان کے دل میں ایمان کی شمع روشن تھی اسی لئے وہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ایک تقریر کی تاب نہ لا سکے، فوراً اپنی اُس آزادیٔ فکر سے تائب ہو کر امیر شریعت کے شانہ بشانہ ہو گئے، اور ساری زندگی انہی کے ساتھ قادیانیت کے رَدّ میں گزار دی۔

مولانا ظفر علی خان مرحوم نے اقبال مرحوم سے تعلق کی بنیاد پر ۱۹۱۱ء میں ان کے اس مضمون کا

ترجمہ کر دیا تھا جو کہ اقبال مرحوم نے ۱۹۱۰ء میں احمدی تحریک کی حمایت میں لکھا تھا۔ نیز انہوں نے فتنہ ارتداد ۱۹۲۳ء کے موقع پر قادیانی تحریک کی خدمات کو سراہا تھا۔ جس کی تفصیل ہم گزشتہ شمارے میں لکھ چکے ہیں۔ اصل میں مولانا ظفر علی خان مرحوم کسی دینی مدرسہ سے فارغ التحصیل نہ تھے، وہ علی گڑھ نیورسٹی سے فیضیافتہ تھے۔ یہ سچ ہے کہ سیاست میں مولانا ظفر علی خان متلوّن مزاج تھے مگر ان میں اسلامی غیرت موجود تھی، اس لئے علماء کے متوجہ کرنے سے فوراً ہوشیار ہو گئے، اور قادیانیت کی تردید پر کمر بستہ ہو گئے۔

مولانا محمد علی جوہر اگر چہ مسلمانوں کے ایک مسلمہ لیڈر تھے۔ ان کی توجہ زیادہ تر مسلمانوں کے سیاسی معاملات پر تھی۔ ان دنوں خلافت کی تحریک عروج پر تھی، اور یہ اس کے روح رواں تھے۔ دوسری وجہ یہ کہ اس وقت قادیانیوں کے خلاف با قاعدہ کوئی تحریک موجود نہ تھی۔ نیز یہ کہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم بھی با قاعدہ کسی دینی مدرسہ سے فارغ نہ تھے۔ وہ بھی علی گڑھ یونیورسٹی سے فیض یافتہ تھے۔ اور علی گڑھ میں نام کی مسلمانوں کی یونیورسٹی تھی مگر کام کی نہیں تھی، اس لئے ان کی طرف سے ایسی تحریر آ جانا جس سے قادیانی جماعت کی تعریف ہوتی ہو، تعجب کی بات نہیں۔

یہی حال مولانا عبدالحلیم شرر اور مولانا ابوالکلام آزاد کے بھائی مولانا ابوالنصر آہ کا ہے۔

نوٹ:۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ تمام لوگ جنہوں نے اپنے ابتدائی دور میں قادیانی جماعت یا اس کے بانی کی کسی قسم کی تعریف کی تھی، یہ سب کی سب ان لوگوں کی لاعلمی کی وجہ تھی۔ دوسری بات یہ کہ ان میں سے کوئی بھی قادیانی جماعت میں شامل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے عوام الناس سے درخواست ہے کہ قادیانیوں کی طرف سے اس قسم کی عبارتوں کے پیش کرنے سے متأثر نہ ہوں۔

سب سے بڑا مسئلہ ڈاکٹر، سر، علامہ محمد اقبال مرحوم کا تھا۔ ان کا خاندان قادیانی ہو گیا تھا۔ ان کے والد نور محمد اور ان کے بڑے بھائی عطا محمد اور ان کے بھتیجے سب قادیانی ہو گئے تھے۔ اور اقبال مرحوم کے متعلق بھی قادیانیوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے مرزا قادیانی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہ نئی نسل کے خیالات کے ترجمان کے طور پر اُبھرے تھے۔ نیز اس وقت کا ماڈریٹ طبقہ اقبال مرحوم کے فلسفہ کو پسند کرتا تھا جس میں ملّاں سے جان چھڑانا ضروری تھا۔ اقبال مرحوم کو ابتدا میں اس کے اپنے اس فلسفہ کی ہلاکت خیزی کا اندازہ نہیں تھا، اسی لئے وہ اپنے اشعار میں ملّاں پر پھبتی کسنے سے

گریز نہیں کرتے تھے۔

اہل علم کے فکری ارتقاء کو فلسفہ کہا جاتا ہے، اصطلاح شریعت میں اہل علم کے اسی فکری ارتقاء کو اجتہاد کا نام دیا گیا ہے۔ اقبال مرحوم نے فلسفہ کی سند یورپ سے حاصل کی تھی۔ اسی لئے وہ یورپ کے اس فلسفہ سے متأثر تھے جس میں پاپائیت کا رَدّ کیا گیا تھا۔ یورپ نے اپنی مادر پدر آزادی میں مداخلت کی بنیاد پر پاپائیت سے چھٹکارا حاصل کیا تھا۔ اقبال مرحوم نے اگر چہ یورپ کی مادر پدر آزادی کی تہذیب کو قبول نہیں کیا تھا مگر اس نے مذہب پر اس کے علماء کی گرفت کو یورپی فلاسفہ کے نظریہ کے مطابق قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال مرحوم نے یورپ سے واپسی پر اپنے اشعار میں ملّاں کو آڑے ہاتھوں لیا۔ حالانکہ اسلام میں پاپائیت کی کوئی گنجائش نہیں تھی، اور کبھی بھی پاپائیت کو فروغ نہیں ملا۔ انگریز نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسٹر اور ملّاں میں فرق کر دیا تھا، اقبال مرحوم کے اشعار نے اس پر جلتی پر تیل کا کام کیا۔ یورپ کے اس فلسفہ میں فکری آزادی کے نام سے ایک پُر فریب کشش موجود تھی۔ جو کہ بعد میں فکری آزادی کی بجائے فکری آورگی کا رُخ اختیار کر گئی۔ اس وقت ہندوستان میں اسی فکری آورگی کی وجہ سے نت نئے فتنوں نے جنم لیا تھا۔ جن میں فتنہ انکار حدیث، فتنہ نیچریت، فتنہ ترک تقلید، اور انکار عقیدہ ختم نبوت شامل ہیں۔ اس میں سب سے نمایاں فتنہ ترک تقلید رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اسی فکری آزادی کو مدنظر رکھتے ہوئے اقبال مرحوم نے اپنے بڑے بیٹے آفتاب اقبال کو قادیان کے سکول میں داخل کرایا, ور وہاں سے دینی مسائل کے فتاویٰ منگوائے۔ ان کی تفصیل گزشتہ شمارے شائع کی جا چکی ہے۔ ان حالات میں اقبال مرحوم کو صحیح راستہ پر لانا جان جوکھوں کا کام تھا۔ بعد میں جا کر اقبال مرحوم کو اندازہ ہوا کہ اس کے خود اپنے طرز عمل سے ملت اسلامیہ کو کتنا نقصان ہوا۔ مگر علماء امت نے اقبال مرحوم کو صحیح راستہ گامزن کرنے کے لئے بہت محنت کی۔ سب سے بڑا کردار تو خاتم المحدثین حضرت، علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا ہے۔ اس میں ان کے دست و بازو کا کردار بانیان احرار، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کا ہے۔ یہی دونوں بزرگ تھے جو کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کو کھینچ کر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے قدموں میں لے آئے۔ اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے سامنے اقبال مرحوم کی فکری آزادی کا سارا کا سار فلسفہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ حضرت علامہ انور شاہ

کشمیریؒ نے اقبال مرحوم کے ان تمام اشکالات کے جوابات دیدیئے جو کہ یورپ سے واپسی پر اس کے دماغ میں سرایت کر گئے تھے، جس سے اقبال مرحوم کے تمام شکوک وشبہات دور ہو گئے۔ اور یورپی فکری آزادی کے فلسفے کا بخار اقبال مرحوم کے ذہن سے اُتر گیا۔ اور پھر ساری عمر اقبال مرحوم حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے علمی تبحر سے فیضیاب ہوتا رہا۔ وہ اقبال جو ''دین ملّاں فساد فی سبیل اللہ'' کا نعرہ بلند کرتا تھا وہی پھر یہ کہنے پر مجبور ہو گیا

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں سے عقیدت ہے تو دیکھ ان کو..... ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے ایک دفع شورش کاشمیری مرحوم کے خط کے جواب میں اقبال مرحوم سے اپنے تعلقات کا ذکر فرمایا تھا۔ ہم اس کو اپنے انداز میں اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم کی حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ سے پہلی ملاقات ۱۹۲۱ء میں جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس میں لاہور میں ہوئی۔ اس ملاقات کا ذریعہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ بنے۔ ۱۹۱۸ء میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے دہلی میں ''جمعیۃ علماء ہند'' کی داغ بیل ڈالی۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کو صدر اور مولانا احمد سعید دہلوی صاحبؒ کو ناظم اعلیٰ بنایا۔ ان دنوں علی برادران اور مولانا آزاد جیلوں میں تھے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ جمعیۃ علماء ہند کی اہمیت بڑھتی چلی گئی۔ ۱۹۲۱ء میں ''جمعیۃ علماء'' نے لاہور میں ایک اجلاس منعقد کیا، جس میں بڑے بڑے علماء کو دعوت دی گئی۔ اس اجلاس میں ڈاکٹر اقبال مرحوم کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ علماء کی خواہش تھی کہ اس میں اگر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ بھی شریک ہو جائیں تو اس اجلاس کی اہمیت اور زیادہ ہو جائے گی۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کو خاص طور پر بلا کر کہا کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کو لانا آپ کی ذمہ داری ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کو معلوم تھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ رئیس الاحرارؒ کا بڑا تعلق ہے، وہ انہیں انکار نہیں کریں گے۔ چنانچہ رئیس الاحرارؒ دیوبند جا کر، حضرت شاہ صاحبؒ کو لے آئے۔ وہاں ہی حضرت شاہ صاحبؒ

سے ڈاکٹر اقبال مرحوم کا پہلا تعارف ہوا۔

۱۹۲۱ء میں تحریک خلافت زوروں پر تھی۔ اقبال مرحوم اس تحریک کے حامی نہیں تھے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے مشورے سے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے اقبال سے مراسم بڑھانا شروع کر دیئے۔ انہوں نے اپنے ساتھ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو بھی شامل کر لیا۔ تحریک خلافت میں یہ دونوں بزرگ آپس میں اتنا قریب آ گئے کہ یک جان اور دو قالب ہو گئے۔ نیز جب بھی حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ جب لاہور میں تشریف لاتے تو اقبال مرحوم ان ملنے ضرور آتے۔ اور اقبال مرحوم حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ اپنے گھر بھی بلاتے تو رئیس الاحرارؒ اور امیر شریعتؒ کو بھی مدعو کرتے۔ ۱۹۲۵ء میں جب حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ انجمن خدّام الدّین کے جلسے میں تشریف لائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو ڈاکٹر اقبال نے اپنے گھر کھانے کی دعوت دی، اس میں بھی اقبال مرحوم نے رئیس الاحرارؒ اور امیر شریعتؒ کو خصوصی طور پر شریک ہونے کو کہا۔ اس بات کی تصدیق ڈاکٹر اقبال کے اس خط سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کو لکھا۔

۱۳/ مارچ ۱۹۲۵ء

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ مولانا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے ماسٹر عبداللہ سے ابھی معلوم ہوا کہ آپ انجمن خدّام الدّین کے جلسہ میں تشریف لائے ہیں اور ایک دو روز قیام فرمائیں گے، میں اسے اپنی بڑی سعادت تصور کروں گا اگر آپ کل شام اپنے دیرینہ مخلص کے ہاں کھانا کھائیں۔ جناب کی وساطت سے حضرت مولوی حبیب الرحمٰن صاحب، قبلہ عثمانی حضرت مولوی شبیر احمد صاحب اور جناب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کی خدمت میں بھی التماس ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ جناب اس عریضہ کو شرف قبولیت بخشیں گے۔ آپ کو قیام گاہ سے لانے کے لئے سواری یہاں سے بھیج دی جائے گی۔

مخلص، محمد اقبال

(اقبال نامہ ''مجموعہ مکاتیب اقبال حصہ دوم'' صفحہ ۲۵۷۔ مرتب شیخ عطاء اللہ، ایم، اے)

اس کی تفصیل میں ڈاکٹر عبداللہ چغتائی جو کہ علامہ اقبال کے بہت ہی قریبی تھے لکھتے ہیں:

مارچ ۱۹۲۵ء میں لاہور میں انجمن خدّام الدّین کے زیر اہتمام ایک جلسہ ہوا۔ اس

انجمن کے روح رواں مولوی احمد علی تھے.....جس میں خصوصیت سے علماء دیوبند نے شرکت کی تھی۔جن میں قبلہ سید انور شاہ صاحبؒ ،مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ،مولانا شبیر احمد عثمانیؒ،مفتی عزیز الرحمٰنؒ وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔علامہ اقبال نے اپنے ہاں ایک خاص دعوت رات کے وقت کی تھی،جس میں ان تمام علماء نے شرکت کی تھی۔ان میں مرحوم مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ بھی مدعو تھے۔اور علامہ اقبال کے سامنے اس وقت محض یہ مدّنظر تھا کہ کسی طرح علامہ سید انور شاہ صاحبؒ کو ان سے استفادہ کرنے کے لیے مستقل طور پر یہاں بلایا جائے۔

(بادشاہی مسجد لاہور۔مرتب،عبداللہ چغتائی،صفحہ ۳۸)

۱۹۲۴ء میں جب سلطان ابن سعود کی حجاز پر حکومت قائم ہوئی تو اقبال مرحوم نے ان کی پرزور حمایت کی۔،اور اخبارات میں بھی بیانات دیئے۔سلطان ابن سعود نے اس وقت اپنی دانست میں بدعات کو مٹانے کے لیے کچھ اقدامات کیے،جس میں مسلمانوں کی پرانی یادگاروں کو کو گرانا شروع کر دیا گیا تو اس وقت ہندوستان میں ان اقدامات کے خلاف بڑا شور اُٹھا۔جس میں بڑے بڑے جلوس اور جلسے منعقد کیے جانے لگے۔جس میں مولانا محمد علی جوہر اور ان کے بھائی شوکت علی پیش پیش تھے۔۱۹۲۶ء میں حجاز میں مؤتمر اسلامی کی کانفرنس منعقد ہوئی۔اس میں ہندوستان سے بھی علماء کے ایک وفد کو بلایا گیا،اس میں رئیس الاحرارؒ بھی شامل تھا۔یہ وفد مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی سرکردگی میں حجاز گیا،اور سلطان ابن سعود سے اس معاملہ میں گفتگو کی۔سلطان ابن سعود نے بڑی توجہ سے اس وفد کی باتوں کو سنا،اس کا فائدہ یہ ہوا کہ پرانی تاریخی عمارات کو گرانے کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔واپسی پر اس وفد کی طرف سے صحیح صورت حال بتلانے کے لیے رئیس الاحرارؒ نے اخبارات میں ایک بیان جاری کیا۔انہی دنوں ڈاکٹر اقبال نے صحیح صورت حال جاننے کے لیے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ سے ایک تحریری جواب مانگا۔چنانچہ انہوں نے تحریری طور پر اقبال مرحوم کو مطلع کیا۔

(نوٹ)یہ تحریر''مکاتیب رئیس الاحرار''میں شائع کی جارہی ہے

اور ڈاکٹر اقبال مرحوم اس کے بعد حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کے گرویدہ ہو گئے۔نیز اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اس کے بعد ڈاکٹر اقبالؒ کے ساتھ رئیس الاحرارؒ اور امیر شریعت کے تعلقت قریبی ہوگئے۔یہی وجہ ہے کہ ۱۹۲۶ میں ڈاکٹر اقبال لاہور میں الیکشن کے لئے کھڑے ہوئے تو اس وقت ان کی حمایت میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے بھر پور حصہ لیا۔ان بزرگوں کی کو ششیں رنگ لائیں۔ڈاکٹر اقبال الیکشن میں جیت گئے۔

اس بات کی تصدیق ڈاکٹر اقبال کے فرزند اپنی کتاب ''زندہ رود'' میں اس طرح کرتے ہیں۔

جلسوں کا سلسلہ اکتوبر ۱۹۲۶ء سے شروع ہوا۔ان جلسوں میں مولانا غلام مرشد اور ملک لال دین قیصر کے علاوہ جو معروف شخصیتیں تقریریں کرتی تھیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔مولانا محمد بخش مسلم،حفیظ جالندھری،ڈاکٹر سیف الدین کچلو،مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری،مولانا ظفر علی خان،مولانا حبیب الرحمٰن مولانا مظہر علی اظہر۔بڑے بڑے جلوس بھی نکلتے جن میں اقبال شامل ہوتے۔(زندہ رود۔جلد۳،صفحہ۱۶)

رئیس الاحرارؒ نے اس الیکشن میں ایک چیز خاص طور پر نوٹ کی کہ اس وقت قادیانیوں نے اقبال کو گھیرا ہوا تھا۔اقبال کی اس الیکشن مہم میں قادیانی بھی بڑے جوش خروش سے حصہ لے رہے تھے۔اس کا ذکر اقبال مرحوم کے بیٹے جاوید اقبال نے بھی اپنی کتاب میں کیا ہے ۔اس پر رئیس الاحرارؒ ٹھٹھک گئے،اور اقبال کے متعلق شکوک وشبہات پیدا ہونے شروع ہوگئے۔گو اس وقت قادیانیوں کے خلاف کوئی مؤثر تحریک نہ تھی پھر بھی رئیس الاحرارؒ دل میں یہ بات کھٹکنے لگی۔رئیس الاحرارؒ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے اس کا تذکرہ کیا۔اس پر وہ بھی پریشان ہوگئے۔چنانچہ یہ دونوں بزرگ مشورہ کے لئے دیو بند روانہ ہوگئے۔وہاں حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی خدمت میں حاضری دی۔حضرت شاہ صاحبؒ کے سامنے ہم نے تمام حالات رکھے۔اس پر حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ اقبال سے دور نہ ہوں بلکہ یہ اور زیادہ قریب ہونے کا موقع ہے۔اس لئے کہ اگر آپ لوگ اقبال سے دور ہوگئے تو قادیانی اس پر غلبہ پالیں گے۔اقبال کو ہم ضائع نہیں کرنا چاہتے۔اقبال

مسلمان قوم کا ایک قیمتی اثاثہ ہے۔اگر اس کو اسی طرح چھوڑ دیا تو قادیانی اس کو اپنے لئے استعمال کریں گے۔اور اقبال کو پڑھنے والا ماڈریٹ طبقہ گمراہ ہو جائے گا۔لہٰذا تم پہلے سے بھی زیادہ اس کے قریب ہو جاؤ۔بقول حضرت مولانا محمد انوریؒ کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفع فرمایا تھا ''قادیانیت کے خلاف کام کرنے پر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے مأمور فرمایا تھا۔

سیاسیات میں اقبال کی ان علماء کے ساتھ ہم آہنگی کم ہی رہی۔اقبال کا طریقہ سیاست خیالات کی حد تک تھا جس کو وہ اپنے شعروں اور خطبات میں ظاہر کر دیتے تھے۔وہ جیلوں ،تھانوں، کچہری وغیرہ سے کوسوں دور رہنے والا شخص تھا۔اور یہ لوگ جلسہ، جلوس، جیل، اور تھانہ کچہری کے عادی تھے۔اقبال انگریز کے ساتھ براہ راست ٹکر لینے کے مزاج کا نہ تھا۔اقبال کے ساتھ سیاسی ہم آہنگی کم ہونے کے باوجود ان دونوں بزرگوں نے تعلق صرف اس لئے رکھا تا کہ قادیانی اس کو غلط راستے پر نہ ڈالدیں۔اس میں ہم سو فیصد کامیاب رہے۔۱۹۲۸ء تک اقبال کا یہ عالم تھا کہ وہ بعض مسائل میں قادیان سے رجوع کرتے تھے۔تا ہم ،ان دونوں بزرگوں نے ہمت نہیں ہاری۔اقبال سے مسلسل ملتے رہے۔ایک دفعہ اقبال نے کہا کہ آپ نے میرے وہ شعر پڑھے ہیں جو کہ ملاں کو خطاب کر کے کہے ہیں۔اس پر رئیس الاحرارؒ نے کہا کہ ہم نے آج تک ان شعروں میں یہ محسوس نہیں کیا کہ وہ ہمارے متعلق ہیں۔اس پر اقبال کچھ دیر خاموش رہے پھر کہا کہ واقعی آپ لوگ ان شعروں کا مصداق نہیں۔آپ لوگوں کی مجاہدانہ زندگی ہی اس کی مثال ہے۔

۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام نئی نئی قائم ہوئی تو رئیس الاحرارؒ اور امیر شریعتؒ اقبال مرحوم کے پاس گئے۔انہوں نے ان سے کہا کہ آپ ہماری سرپرستی فرمایا کریں۔اقبال نے کہا کہ سرپرستی دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک یہ کہ باقاعدہ اس تحریک میں شامل ہو جاؤں۔یہ میرا مزاج نہیں ہے۔دوسرے یہ کہ آپ کے لئے دعائیں کروں، جبکہ میں مستجاب الدعا بزرگ نہیں ہوں۔شاہ بخاری صاحب نے کہا کہ آپ ہمیں ٹوک تو سکتے ہیں۔اس پر اقبال نے کہا ہاں میں یہ فریضہ سرانجام دیتا رہوں گا۔

ان واقعات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اقبال مرحوم کو راہ راست پر لانا اتنا آسان نہیں تھا، مگر ہمارے بزرگوں نے بڑے ہی تحمل اور حکمت عملی سے اقبال مرحوم کو علماء کے ساتھ جوڑا، تا کہ اس کو علماء کی بات سمجھنے میں آسانی ہو، اور قادیانیوں کے چنگل سے اس کو نکالا جاسکے، چنانچہ یہ دونوں بزرگ اپنے اس مقصد میں کامیاب رہے۔

اقبال کی زندگی میں قادیانیوں کو سمجھنے کا موڑ ۱۹۳۱ء میں آیا۔ جب تحریک کشمیر کا ہنگامہ برپا ہوا۔ اس سال حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ لاہور میں انجمن خدام الدّین کے جلسہ میں تشریف لائے۔ ادھر قادیانیوں نے چالاکی یہ کی کہ انہوں نے کشمیر کمیٹی بنا کر صدر اور سیکرٹری کے عہدے اپنے پاس رکھ کر کچھ دوسرے مسلمان لیڈروں کو اس کا ممبر بنالیا ،جس میں اقبال کا نام بھی شامل تھا۔ ڈاکٹر اقبال اس کھیل کو نہ سمجھ سکے۔ جب حضرت مولانا انور شاصاحبؒ تشریف لائے تو ڈاکٹر اقبال مرحوم بھی انہیں ملنے کو آئے۔ ڈاکٹر اقبال نے حضرت شاہ صاحبؒ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی ،رئیس الاحرارؒ پاس ہی بیٹھے تھے ۔حضرت شاہ صاحبؒ نے وہ دعوت منظور کر لی۔ اقبال جب اٹھ کر جانے لگے تو رئیس الاحرارؒ نے بآوزِ بلند کہا ''ڈاکٹر صاحب حضرت شاہ صاحب آپ سے خوش نہیں ہیں'' ڈاکٹر صاحب یہ بات سن کر کچھ دیر ٹھٹکے پھر واپس چلے گئے۔ رئیس الاحرارؒ کے اس عمل سے اپنے ہی کچھ ساتھیوں نے کہا کہ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ رئیس الاحرارؒ نے کہا کہ اس معاملے حضرت شاہ صاحب سے پوچھ لیں۔ اس پر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی حبیب الرحمٰن نے میرے دل کی بات کی۔ ڈاکٹر صاحب جب حضرت شاہ صاحب کو لینے کے لیے آئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا ہے، چونکہ تحریک کشمیر شروع ہو چکی ہے اس لیے میں ایسا طریق کار سوچ رہا ہوں کہ میرے استعفے سے تحریک کو نقصان نہ ہو۔

بعد میں پروگرام کے مطابق ڈاکٹر صاحب نے کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دیدیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قادیانی خلیفہ بشیر الدین محمود اور عبدالرحیم درد دونوں کو کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہونا پڑا۔ اور کشمیر کمیٹی کی ازسرِنو تشکیل کر کے ڈاکٹر اقبال نے اس کی قیادت سنبھال لی۔

یہ اسی مجلس کی بات ہے کہ اچانک باتوں باتوں میں حضرت شاہ صاحبؒ ڈاکٹر اقبالؒ کی طرف متوجہ ہوئے اور بلند آواز میں فرمایا:

''ڈاکٹر صاحب! ختمِ نبوت کا عقیدہ نہ صرف اسلام کی بنیاد ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی مرکزیت قائم کرتا ہے۔ اگر ختم نبوت کے عقیدے کو اسلام سے نکال دیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی مرکزیت ہی ختم ہو جاتی ہے''

ڈاکٹر اقبال حضرت شاہ صاحبؒ کے یہ الفاظ سن کر جھوم اُٹھے۔ اور فارسی کا یہ شعر پڑھا:

محلِ نورِ تجلّی ست رائے انور شاہ

چہ قربِ او طلبی در صفائے نیتِ کوش

ڈاکٹر اقبال کے والد نور محمد صاحب اور ان کے بھائی عطاء محمد قادیانی ہو گئے تھے ۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے اپنے والد اور بھائی پر محنت کی، جس کے نتیجے ان کے والد تو قادیانیت سے تائب ہو گئے مگر ان کے بھائی اور اولاد تائب نہیں ہوئے۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب اسی لیے ڈاکٹر اقبال کی طرف زیادہ متوجہ تھے۔ تاکہ ان پر گھر والوں کے خیالات اثر نہ کریں۔

کشمیر کمیٹی کے فیصلے کے مطابق ۱۴/اگست ۱۹۳۱ء کو پورے ہندوستان خصوصاً پنجاب اور کشمیر میں یوم کشمیر منایا گیا بڑے بڑے جلوس نکالے گئے اور جلسے منعقد ہوئے۔ ان تمام جلسوں کے سٹیج کا نظام مجلس احرار اسلام نے سنبھال لیا۔ لاہور میں ایک بڑا جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس کی صدارت ڈاکٹر اقبال نے کی اور اس میں تقریر کی۔ ڈاکٹر اقبال نے ایک قرارداد کے ذریعہ مجلس احرار اسلام سے مطالبہ کیا کہ

''کشمیر کے وزیر اعظم نے اپنے ۵/اگست کے اعلان میں یہ کہہ کر مسلمانانِ عالم کی توہین کی ہے کہ ریاست سے باہر کا کوئی مسلمان یا کوئی مسلم جماعت ریاست کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دے سکتا۔ بنابریں یہ اجلاس مجلس احرار سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ کشمیر کے مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لیکر حکومت کشمیر کو اس کے چیلنج کا جواب دے''

۱۵/اگست کو مولانا احمد علی لاہوری کی صدارت میں مقامی مجلس حرار اسلام کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں مرکزی مجلس احرار سے درخواست کی گئی کہ وہ کشمیر کی موجودہ صورت حال اور مسلمانانِ کشمیر کی ہمدردی میں مسلمانوں کی راہنمائی کرے۔

اب مجلس احرار اسلام پر ڈاکٹر اقبال مرحوم کو اتنا اعتماد ہو گیا تھا کہ وہ گول میز کانفرنس لند جاتے ہوئے تحریک کشمیر کی ذمہ داری مجلس احرار کے سپرد کر گئے۔ یہ بھی ایک عجیب واقعہ ہے کہ رئیس الاحرارؒ کو اچانک ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کا پیغام ملا کہ ڈاکٹر اقبال آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ رئیس الاحرارؒ بعجلت لاہو پہنچے اور وہاں سے مولانا احمد علی کو ساتھ لیا اور اقبال کے ہاں ان کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اقبال مرحوم ان ہی کے انتظار میں ہیں۔ یہ بزرگ اقبال کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ انہوں نے ایک کپڑا رئیس الاحرارؒ کی جھولی میں ڈالدیا ،اور کہا کہ کشمیر کی تحریک احرار کے سپرد کرتا ہوں، میرے پاس وقت نہیں ہے میں گول میز کانفرنس میں شمولیت کے لئے لندن جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس تحریک کو آپ ذمہ داری کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے۔

اس پر فرزند اقبال ''جاوید اقبال'' لکھتے ہیں:

''کشمیریوں کی بے بسی سے بالخصوص پنجاب کے مسلمان متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ مجلس احرار نے ہزاروں کی تعداد میں جتھے بنا بنا کر ریاست میں بھیجنا شروع کر دیا ور انہوں نے کشمیر کی تمام جیلیں بھر دیں''۔ (زندہ رود جلد ۳، صفحہ ۱۴۹)

تحریک کشمیر کا احرار کو فائدہ یہ ہوا کہ اس کی وجہ سے اقبال اور مجلس احرار قریب سے قریب تر ہوتے گئے۔ مجلس احرار کے بزرگوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ سیاسی موضوع پر اقبال مرحوم سے بحث نہیں کریں گے۔ صرف مذہبی معاملات ہی زیرِ بحث ہونگے۔ یہ الگ بات ہے کہ سیاسیات میں بھی ڈاکٹر اقبال نے مجلس احرار کا بھرپور ساتھ دیا۔ مذہبی معاملات میں اقبال مرحوم نے ان سے کبھی بحث نہیں کی۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا تھا کہ اقبال اپنا نقطۂ نظر بیان کر کے یہ کہہ دیتے تھے کہ آپ علماء ہیں مجھ سے زیا آپ ہی جانتے ہیں۔

مجلس احرار کے کشمیر کمیٹی میں متحرک کردار ادا کرنے کا (جس میں مجلس احرار اسلام کے چوٹی کے لیڈروں سمیت تقریباً چالیس ہزار والنٹیر گرفتار ہوئے اور ہمارے تقریباً تمام مطالبات تسلیم کر لئے گئے) ڈاکٹر اقبال مرحوم پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ اور ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کئی دفعہ ملاقات میں کُھل کر کہا کہ ''میں نے تحریک کشمیر کو مجلس احرار کے سپرد کر کے گھاٹے کا سودہ نہیں کیا'' اسی تعلق کو ملحوظ رکھتے ہوئے رئیس الاحرار اور امیر شریعتؒ نے قادیانیوں کے معاملے میں ڈاکٹر اقبال پر محنت کی۔ ڈاکٹر اقبال کی طرف سے تحریک کشمیر مجلس

احرار کے سپرد ہو جانے کے بعد رئیس الاحرارؒ نے اس کی کامیابی کے لئے کُھل کر کام شروع کر دیا۔

رئیس االاحرارؒ کا مشورہ اور ڈاکٹر اقبالؒ کا اقدام

مسلمانوں کی فلاح اور بہبود کے لئے لاہور کے مخیّر اور دردِ دل رکھنے والے مسلمانوں نے ایک انجمن بنائی ہوئی تھی جس کا نام ''انجمن حمایت اسلام'' تھا۔اس کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کے حقوق کی جد جہد کی جاتی تھی۔اس میں مسلمانوں کے ہر فرقے کو نمائندگی دی گئی تھی۔اس وقت انگریزی پڑھا لکھا طبقہ قادیانیوں کے بارے میں زیادہ حساس نہیں تھا۔اس لیے قادیانی اس انجمن میں بھی بھرپور انداز میں شریک تھے۔رئیس الاحرارؒ نے جب قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی تو اس میں اس بات کو بھی مدنظر رکھا کہ قادیانی مسلمانوں کی ایسی انجمنوں میں بھی شریک نہ رہیں۔چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں بھی محنت کی۔اور قادیانیوں کو اقبال کے ذریعہ انجمن حمایت اسلام سے بھی نکلوایا۔

اس بارے میں رئیس الاحرارؒ اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں:

> یہ غالباً ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ اقبال ان دنوں انجمن حمایت اسلام کے صدر تھے، ہمیں معلوم ہوا کہ اس انجمن کے کچھ عہدیدار یا معاونین قادیانی ہیں۔میں ایک دفعہ اپنے بیٹے خلیل الرحمٰن کے ساتھ اقبال کے مکان پر ملنے گیا۔تو اس بات کا میں نے تذکرہ کیا۔میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب لگتا ہے کہ آپ کو ابھی تک قادیانیوں کے دجل وفریب سے صحیح طرح پالا نہیں پڑا۔ڈاکٹر اقبال نے استفسار کیا تو میں کُھل کر کہا کہ جس طرح کشمیر کمیٹی کے نام سے مسلمانوں کے عقائد مسخ کرنے کے لئے قادیانیوں نے چال چلی تھی اسی طرح مسلمانوں کی ہمدردی کی آڑ میں انجمن حمایت اسلام میں بھی یہ لوگ موجود رہ کر مسلمانوں کے عقائد خراب کر رہے ہیں۔تو اس پر انہوں نے کہا کہ پھر اب کیا کیا جائے۔میں نے کہا کہ وہی طریقہ استعمال کیا جائے جو کہ کشمیر کمیٹی کے وقت کیا تھا۔چند دنوں کے بعد خبر ملی کہ انجمن حمایت اسلام سے تمام قادیانیوں کو نکال دیا گیا ہے۔

رئیس الاحرارؒ کی اس بات کی تصدیق فرزندِ اقبال، جاوید اقبال کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

> جنوری ۱۹۳۶ء کے ابتدائی ہفتوں میں اقبال اپنے مضمون ''اسلام اور احمدیت'' کی تکمیل میں مصروف تھے، اس لئے بھوپال جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔۱۶ فروری ۱۹۳۵ء کو ایڈیٹر

اخبار ''لائیٹ'' نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کی موت کو بہانہ بنا کر اپنے افتتاحیہ کالم میں اقبال کی ذات پر حملہ کیا۔اس کا پس منظر یہ ہے کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ احمدی عقیدہ رکھتے تھے اور انجمن حمایت اسلام کے اہم رکن تھے۔کیونکہ اس زمانے میں احراری قادیانی نزاع نے پنجاب بھر کے مسلمانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کر رکھی تھی۔اس لئے اقبال نے بحیثیت صدر انجمن کو مشورہ دیا کہ اُسے احمدیت کے متعلق اپنی پالیسی غیر مشتبہ الفاظ میں واضح کر دینی چاہئے۔چنانچہ ۲ فروری ۱۹۳۶ء کو انجمن کی جنرل کونسل نے زیر صدارت خلیفہ فضل حسین بہ تحریک عبدالمجید ایک قرارداد پیش کی، جس میں ختم نبوت کے مسئلہ پر انجمن کے موقف کی وضاحت کی گئی تھی۔اس سے پیشتر اسی موضوع پر انجمن کی طرف سے ایک اعلان بدیں مضمون بھی تیار کیا گیا تھا جو بعد میں اخبارات میں شائع ہوا، کہ عقائد نبوت، وحی اور خاتمیت میں انجمن عامۃ المسلمین کی ہم نوا ہے اور کونسل اس امر کا اعلان ضروری سمجھتی ہے کہ مسئلہ ختم نبور اسلام کا ایک اساسی اصول ہے۔اور حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے بعد کوئی نبی کسی رنگ میں نہیں آ سکتا۔پس انجمن کا مسلک یہی ہے اور ایسا ہی رہے گا۔خیر شیخ اکبر علی اور مولانا احمد علی نے قرارداد کی تائید کی۔پھر انجمن کے ریکاڈ کے مطابق ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ نے نہ صرف قرارداد کی تائید کی بلکہ ارشاد فرمایا:

''جس صاحب کو جنرل کونسل کا رکن منتخب کرنا ہو اس سے پہلے اُس اعلان (جو اخبارات میں شائع ہوا) کے مطابق ختم نبوت کے عقیدے کا عہد لیا جائے کہ وہ اسی مسلک پر کار بند ہے اور رہے گا''

اس کے بعد ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین نے سیکرٹری انجمن کی حیثیت سے صدر انجمن (اقبال) کے مطالبے کی وضاحت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ میں قرارداد کی تائید کی۔''صدر محترم نے یہ محسوس کیا ہے کہ انجمن دن بدن مسلمانوں میں اپنا وقار کھو رہی ہے۔جب تک احمدیت کے متعلق انجمن کی پالیسی غیر مشتبہ الفاظ میں واضح طور پر پبلک کے سامنے نہ کی جائے تب تک مسلمان مطمئن نہیں ہو سکتے، اور ایک بڑی جماعت جس پر کہ مسلمانوں میں ہیجان تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی کسی رنگ میں آ سکتا ہے یا نہیں، اس ریزولیشن میں اس کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے''

اس مرحلہ پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ جوش میں آ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور چلا کر بولے:

''جناب ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب نے جو تشریح کی ہے وہ غلط ہے بلکہ مجازی رنگ میں نبی آ سکتا ہے''

مولوی غلام محی الدین نے اُنہیں ٹوکتے ہوئے کہا:

''انجمن عامۃ المسلمین پر اپنی جنرل کونسل کے ذریعہ واضح کرنا چاہتی ہے کہ انجمن عامۃ المسلمین کے ساتھ ہے۔ مرزا صاحب کو اختلاف پیدا کرنا نہیں چاہیے۔ اصول مندرجہ بالا کے علاوہ اُن کا کوئی عقیدہ ہے تو وہ اُسے اپنے تئیں رکھیں اور انجمن میں ذریعہ اختلاف نہ بنائیں۔ اور میں اس اعلان کی پرزور تائید کرتا ہوں''

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ غصہ میں میٹنگ سے واک آؤٹ کر گئے۔ نو دنوں کے بعد اُن پر فالج کا حملہ ہوا اور ۱۱ر فروری ۱۹۳۶ء کو رات گیارہ بجے فوت ہو گئے

(زندہ رود، جلد ۳، صفحہ ۲۷۶۔۲۷۷)

ڈاکٹر اقبال کا قادیانیت کے خلاف پہلا کُھلا بیان اور اس کی حقیقت

ڈاکٹر اقبال نے ۱۹۳۵ء میں قادیانیت کی تردید میں 'قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان'' کے عنوان سے انگریزی میں ایک مضمون لکھا، جو کہ اس وقت کے مختلف اخباروں مثلاً ''ایسٹرن ٹائمز، ٹریبیون، سٹار آف انڈیا کلکتہ، دکن ٹائمز'' وغیرہ میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ اردو اخباروں میں بھی اس کا ترجمہ شائع ہوا۔ اس پر قادیانی اخبارات نے شور مچایا اور اقبال کے خلاف مضامین لکھے۔ جس کا سیاسی طور پر اثر یہ ہوا کہ قادیانیوں کی حمایت میں پنڈت جواہر لال نہرو میدان میں آ گئے، اور انہوں نے اپنے تین انگریزی مضامین ''بعنوان اتحاد اسلام، اقبال کے مضمون پر تبصرہ'' جو کلکتہ کے رسالے ''ماڈرن ریویو'' میں نومبر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئے اقبال کے نظریہ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ڈاکٹر اقبال نے جواہر لال نہرو کے مضامین کا نہایت جامع جواب بعنوان ''اسلام اور احمدیت'' تحریر کیا جو پندرہ روزہ اخبار ''اسلام'' مؤرخہ ۲۲ر جنوری ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ جواہر لال نہرو اور اقبال میں اس مسئلہ پر خط و کتابت بھی ہوئی۔ جس کا تفصیلی جواب دینے کے بعد ڈاکٹر اقبال نے قادیانیوں کے مذہبی اور سیاسی رویہ کا تجزیہ کرتے ہوئے مورخہ ۲۱ر جون ۱۹۳۶ء میں جواہر لال نہرو کو لکھا کہ

''میرے ذہن میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں'' (اقبال کے بیانات اور تحریریں، مرتبہ لطیف احمد شیروانی صفحہ ۲۰۰)

ڈاکٹر اقبال مرحوم کے قادیانی بھتیجے شیخ اعجاز احمد اپنے نوٹ میں تحریر کرتے ہیں:

''مندرجہ بالا حقائق اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ ۱۹۳۵ء کے آغاز تک علامہ اقبال کے نزدیک احمدی دائرہ اسلام سے خارج نہ تھے۔ مسلمانوں کے مفاد کی نگہداشت کی تحریکوں میں علامہ نہ صرف ان سے تعاون کرتے تھے بلکہ تحریک آزادی کشمیر میں جماعت احمدیہ کے امام کو تحریک کی قیادت بہ اصرار سونپی تھی۔

ان دنوں تو تعصب کا دور دورہ ہے لیکن ایک زمانہ آئے گا جب تعصب کی گھٹا چھٹ جائیگی اور محقق حضرات ضرور اس بات کی چھان بین کریں گے کہ احمدی جماعت جو، بقول علامہ اقبال ,,اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ،، تھی ۱۹۳۵ء میں ایکا ایکی کیوں علامہ کی رائے میں دائرہ اسلام سے یکسر خارج ہوگئی۔'' ..... کشمیر کمیٹی کے قیام اور اُس کی صدارت جماعت احمدیہ کے امام کے سپرد کئے جانے کا مجلس احرار کے قائدین کو بڑا قلق تھا۔

مجلس احرار کانگرس سے ساز باز کرنے کے سبب مسلمانوں میں مقبولیت کھو چکی تھی۔ پس اپنی ساکھ دوبارہ قائم کرنے کے لئے وہ بھی کشمیری مسلمانوں کی تحریک آزادی کی حمایت میں آگے بڑھی۔ ..... علامہ اقبال کشمیر کمیٹی کے ضرور ممبر ہو گئے تھے۔ لیکن یہ کیفیت اضطراری تھی۔ وہ فوراً سنبھل کر کشمیر کمیٹی کی تخریب میں لگ گئے۔ اور احرار کی تنظیم کی ہر طرح حوصلہ افزائی کرنے لگے۔

پس احراری اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر حربہ سے کام لے رہے تھے۔ اقبال کو استعمال کر کے اُن سے احمدیت کے خلاف بیان دلوانا بھی اسی سلسلہ کی کڑی تھی۔ اس کی تائید عبدالمجید سالک کے بیان سے ہوتی ہے۔ وہ اقبال کے احمدیوں کے خلاف پہلے بیان کے پس منظر کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں۔

''۱۹۳۵ء میں مولانا ظفر علی خان اور مجلس احرار نے احمدیت اور احمدیوں کے خلاف ایک عام تحریک کا آغاز کیا..... خدا جانے علامہ اقبال نے کس عقیدت مند کی درخواست پر ایک مضمون لکھ دیا۔ جس میں بتایا کہ اس فرقہ کی بنیاد ہی غلطی پر ہے۔ علامہ نے اس کے بعض اور علمی نکات بیان کئے اور آخر میں حکومت کو یہ مشورہ دیا کہا اس فرقے کو ایک علیحدہ جماعت تسلیم کرے۔'' (زندہ رود، تلخیص از صفحہ ۲۹۲ تا ۲۹۸)

(جاری ہے)

۱۴، آیات سجدہ کو ایک مجلس میں پڑھ کر دعاء کی قبولیت

پورے قرآن کریم میں چودہ (۱۴) آیاتِ سجدہ ہیں۔ یہ سب ایک مجلس میں، ایک ہی بیٹھک میں علی الترتیب پڑھی جائیں اور ہر ایک کے ساتھ ساتھ سجدہ بھی کیا جائے اور پھر اس کے بعد دعا کی جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور قبول ہوگی۔ اور اگر مصیبت زدہ ہے تو اس کی مصیبت اور پریشانی جلد دور ہو جائیگی۔ یہ اکابر، فقہا اور ائمہ مجتہدین کا مجرب عمل ہے۔ [نور الایضاح، صفحہ ۱۱۵، ایضاح المسائل، صفحہ ۳۵، مراقی الفلاح ۲۷۲]

ہم آسانی کے لیے قرآن کریم کی چودہ (۱۴) آیاتِ سجدہ کو علی الترتیب یہاں پر یکجا کر دیتے ہیں تا کہ اس پر عمل کرنے والوں کے لیے آسانی ہو جائے۔

اعوذباللہ من الشیطان الرجیم .

۱۔﴿ان الذین عند ربك لا یستکبرون عن عبادته ویسبحونه وله یسجدون . ﴾[پارہ۹، سورۂ اعراف، آیت:۲۰۶]

ترجمہ: ''یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں''۔

۲۔﴿وللہ یسجد من فی السموت والارض طوعاًو کرهاً وظلله بالغدو والاصال . ﴾[پارہ۱۳، سورۂ رعد، آیت:۱۵]

ترجمہ: ''اور اللہ ہی کے سامنے سب سرخم کیے ہوئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں، خوشی سے اور مجبوری سے، اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقت''۔

۳۔﴿یخافون ربهم من فوقهم ویفعلون مایؤمرون . ﴾[پارہ۱۴، سورۂ نحل، آیت:۵۰]

ترجمہ: ''وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ ان پر بالادست ہے، اور ان کو جو کچھ حکم کیا جاتا ہے وہ اس کو کرتے ہیں''۔

۴۔﴿ویخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعا. ﴾[پارہ۱۵،سورۂ بنی اسرائیل،آیت:۱۰۹]

ترجمہ:''اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے''۔

۵۔﴿اُولئك الذین انعم الله علیھم من النبین من ذریة اٰدم وممن حملنا مع نوح ومن ذریته ابرٰھیم واسراء یل وممن ھدینا واجتبیناٰاذا تتلیٰ علیھم آیٰت الرحمن خروا سجدا وبکما . ﴾[پارہ۱۶،سورۂ مریم،آیت:۵۸]

ترجمہ:''یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے من جملہ انبیاء کے آدمؑ کی نسل سے اور ان لوگوں کی نسل سے جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی نسل سے اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور ان کو مقبول بنایا جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتیں ہیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے''۔

۶۔﴿الم تر ان الله یسجد له من فی السموت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدوآب و کثیر من الناس و کثیر حق علیه العذاب ومن یھن الله فماله من مکرم ،ان الله یفعل مایشآ. ﴾[پارہ۱۷،سورۂ حج،آیت:۱۸]

ترجمہ:''اے مخاطب! کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ کے سامنے سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی بھی ، اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہوگیا ہے ، اور جس کو خدا ذلیل کرے اس کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے''۔

۷۔﴿واذا قیل لھم اسجدوا للرحمن قالو ا وما الرحمن انسجد لماتأمرنا وزادھم نفورا. ﴾[پارہ۱۹،سورۂ فرقان،آیت:۶۰]

ترجمہ:''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کرنے لگیں جس کو تم سجدہ کرنے کے لیے ہم کو کہو گے؟ اور اس سے ان کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے''۔

۸۔﴿الله لا اله ھور ب العر ش العظیم . ﴾[پارہ۱۹،سورۂ نمل،آیت:۲۶]

ترجمہ:''اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ، اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے''۔

۹۔﴿انما المؤمنون باٰیٰتنا الذین اذاذکرو ابھا خرو سجد او سبحو ابحمده ربھم وھم لا

یستکبرون . ﴾[پارہ۲۱،سورۂ سجدہ،آیت:۱۵]

ترجمہ:''بس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدمیں گر پڑتے ہیں،اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرنے لگتے ہیں،اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے''۔

۱۰۔﴿قال قد ظلمك بسوءَ ال نعجتك الى نعاجه ،وان كثيرا من الخلطآء ليبغى بعضهم على بعض الا لذين امنو وعملو ا الصلحت وقليل ماهم وظن داوٗ د انما فتنا ه فاستغفربه وخر راكعا واناب . فغفرنا له ذلك ،ان له عند نا لزلفٰى و حسن مآب . ﴾[پارہ۲۳،سورۂ ص،آیت:۲۴،۲۵]

ترجمہ:''داوٗدؑ نے کہا کہ یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے۔اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں۔مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ایسے لوگ بہت کم ہیں۔اور داوٗدؑ کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے۔سو ہم نے ان کو معاف کر دیا،اور ہمارے یہاں ان کے لیے قرب اور نیک انجامی ہے''۔

۱۱۔﴿فان استكبرو ا فالذين عندربك يسبحون له باليل والنهار وهم لايسئمون. ﴾[پارہ ۲۴،سورۂ حٰمٓ سجدہ،آیت:۳۸]

ترجمہ:''پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں وہ شب وروز اس کی پاکی بیان کرتے ہیں،اور وہ نہیں اکتاتے''۔

۱۲۔﴿فاسجدوا لله وعبدو ا. ﴾[پارہ۲۷،سورۂ نجم،آیت:۶۲]

ترجمہ:''سو اللہ کی اطاعت کرو اور عبادت کرو''۔

۱۳۔﴿واذا قرئ عليهم القرآن لا يسجدون . ﴾[پارہ۳۰،سورۂ انشقاق،آیت۲۱]

ترجمہ:''اور جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے''۔

۱۴۔﴿كلا،لاتطعه واسجد واقترب . ﴾[پارہ۳۰،سورۂ العلق،آیت:۱۹]

ترجمہ:''ہرگز نہیں،آپ اس کا کہنا نہ مانئے اور آپ نماز پڑھتے رہیے اور قرب حاصل کرتے رہیے''۔

اللہ اکبر

کرلے مسلماں تو یہ نعرہ ازبر
اللہ اکبر ، اللہ اکبر
نہیں ہے خدا کے سوا کوئی برتر
اللہ اکبر ، اللہ اکبر
اُٹھو اہلِ ایماں نہ سوئے رہو تم
جاگو جگاؤ نہ غفلت کرو تم
چھا جاؤ دنیا پہ نعرہ لگا کر
اللہ اکبر ، اللہ اکبر
علم لے کے توحید کا اس جہاں میں
بناؤ مکاں اپنا تم لامکاں میں
خدا کی رضا سے نہیں کوئی بڑھ کر
اللہ اکبر ، اللہ اکبر
تجھے اے مسلماں صدا دے رہا ہے
خدا کا یہ قرآں جِلا دے رہا ہے
خدا کی خدائی پہ جاں کر نچھاور
اللہ اکبر ، اللہ اکبر
ارے اے مسلماں سنور جا سنور جا

کہ اسلام کو پھر سے اونچا تو کر جا
تو بن جا جہاں بھر کا راہی و رہبر
اللہ اکبر ، اللہ اکبر
ہے سارے جہاں کا وہی ایک مولیٰ
وہی سب کا ملجا وہی سب کا ماویٰ
خدا کے لئے جی خدا کے لئے مر
اللہ اکبر ، اللہ اکبر
ارے اے مسلماں کہاں سو رہا ہے
مقامِ عزیمت تو کیوں کھو رہا ہے
صحابہؓ کی عظمت کا ہر وقت دم بھر
اللہ اکبر ، اللہ اکبر

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

حضرت مالک بن دینارؒ

☆عملوں میں سے محبوب ترین عمل مجھے وہ اخلاص ہے جو عمل میں ہو۔

☆زبردست جادوگر سے بچو جو علماء کے دلوں پر بھی جادو چلا لیتی ہے وہ جادوگر دُنیا ہے۔

☆تم جس قدر دنیا کے لیے غمگین ہوتے ہو اسی قدر آخرت کا غم کم ہو جاتا ہے اور جس قدر آخرت کا غم کھاتے ہو اسی قدر دنیا کا غم مٹ جاتا ہے۔

☆اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے اپنے نفس سے یہ کہا کہ تو نے ایسا ایسا کام انجام نہیں دیا پھر اس کی خدمت کی اس کی ناک میں نکیل ڈال کر کتاب اللہ کی پیروی کو اس کے لیے لازمی قرار دے دیا

ایسا شخص اپنے نفس کا قائد ہوگا اور حقیقت میں نفس کا محاسبہ ہے۔

خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

امہات المؤمنین کے فضائل

عمدہ روزی اور حسنِ معاشرت:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلىٰ فِيْ بُيُوتِكُنَّ اور تم میں سے جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور نیک کام کرے گی ہم (دوسری عورتوں کے مقابلہ میں) اس کو دوبارہ (یعنی دوگنا) اجر دیں گے اور اس کے لیے ہم نے بہت عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔ دوہرا ثواب دیا جائے گا ایک تو اللہ اور رسول کی اطاعت کا دوسرا اس بات کا کہ قناعت اور حسنِ معاشرت کے ساتھ وہ اللہ کے رسول کی مرضی کی طلبگار رہوئیں۔

رزق کریم عالی قدر روزی یعنی جنت جو اصل ثواب کے بعد مزید عطا کی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ کی متابعت میں ان کو وہ ملے گا جو رسول اللہ کو عطا کیا جائے گا۔ (تفسیر مظہری)

امہات المؤمنین کا عمل دوگنا ہے:

اگر وہ کوئی گناہ کا کام کریں گی تو ان کو دوسری عورتوں کی نسبت سے دوگنا عذاب دیا جائے گا یعنی ان کا ایک گناہ دو کے قائم مقام قرار دیا جائے گا، اسی طرح اگر وہ نیک عمل کریں گی تو دوسری عورتوں کی نسبت ان کو ثواب بھی دوہرا دیا جاے گا، ان کا ایک نیک عمل دو کے قائم مقام ہوگا۔

یہ آیت ایک حیثیت سے ازواج مطہرات کے لیے ان کے اس عمل کی جزاء ہے جو انہوں نے آیتِ تخییر نازل ہونے پر رسول اللہ ﷺ کی زوجیت پر دنیا کی فراخی کو قربان کر دیا، اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ایک عمل کو دو کا درجہ دے دیا، اور گنا کی صورت میں دوہرا عذاب بھی ان کی خصوصی فضیلت اور امتیازی شرافت کی وجہ سے ہوا، کیونکہ یہ بات عقلی بھی ہے اور نقلی بھی کہ جتنا کسی کا اعزاز واحترام ہوتا ہے اُتنا ہی اس کی طرف سے غفلت وسرکشی کی سزا بھی بڑھ جاتی ہے۔

امہات المؤمنین پر انعامات:

ازواج مطہرات پر حق تعالیٰ کے انعامات بڑے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی زوجیت کے لیے انتخاب فرمالیا، ان کے گھروں میں وحی الٰہی نازل ہوتی رہی تو ان کی ادنیٰ غلطی کوتاہی بھی بڑی ہوگی، اگر دوسروں سے رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچے تو اس سے کہیں زیادہ اشد ہوگا کہ ان سے کوئی بات ایذاء وتکلیف کی سرزد ہو، قرآن کریم کے ان الفاظ میں خود اس سبب کی طرف اشارہ ہے وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلىٰ فِيْ بُيُوتِكُن۔

فائدہ: ازواجِ مطہرات کی یہ خصوصیت کہ ان کے عمل کا دوہرا ثواب ملے عام اُمت کے اعتبار سے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امت میں کسی فرد یا جماعت کو کسی خصوصیت سے ایسا انعام نہ بخشا جائے کہ اس کو دوہرا ثواب ملے۔ (معارف مفتی اعظم)

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍمِّنَ النِّسَآءِ

ترجمہ: اے نبی کی عورتو! تم نہیں ہو جیسے ہر کوئی عورتیں

مقام عظمت کا تقاضا:

یعنی تمہاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے تم کو سید المرسلین کی زوجیت کے لیے انتخاب فرمایا اور اُمہات المومنین بنایا، لہٰذا اگر تقویٰ وطہارت کا بہترین نمونہ پیش کروگی جیسا کہ تم سے متوقع ہے۔ اس کا وزن اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہوگا۔

اور بالفرض کوئی بُری حرکت سرزد ہو تو اسی نسبت سے وہ بھی بہت زیادہ بھاری اور قبیح سمجھی جائے گی۔ غرض بھلائی کی جانب ہو یا برائی کی عام مؤمنات سے تمہاری پوزیشن ممتاز رہے گی۔ (تفسیر عثمانی)

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍمِّنَ النِّسَآءِ " اے نبی کی عورتو! تم نہیں ہو جیسے ہر کوئی عورتیں"، یعنی نہ تم میں سے کوئی ایک کسی غیر عورت کی طرح ہے اور نہ تمہاری جماعت دوسری عورتوں کی جماعت کی طرح ہے۔ یعنی فضیلت میں کوئی دوسری عورت تمہاری طرح نہیں ہے۔

حضرت ابنِ عباس نے یہ مطلب بیان کیا کہ دوسری نیک مومن عورتوں کے برابر میرے نزدیک تمہارا مرتبہ نہیں ہے بلکہ میرے نزدیک تمہاری اور تمہارا ثواب بہت زیادہ ہے۔

فضیلت والی خواتین:

آیت مذکورہ دلالت کررہی ہے کہ امہات المومنین کو تمام دوسری عورتوں پر فضیلت حاصل ہے لیکن ایک اور آیت میں حضرت مریم علیہ السلام سارے جہان کی عورتوں پر فضیلت عطا فرمانے کا ذکر کیا گیا۔ فرمایا ہے **ان اللہ اصطفک وطھرک واصطفک علی نساء العالمین** اے مریم! اللہ نے تجھے چن لیا اور پاک کردیا اور دنیا کی عورتوں پر تجھے برتری عطا کی۔

چار فضیلت والی خواتین:

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سارے جہان کی عورتوں سے تمہارے لیے کافی ہیں (یعنی سب پر برتری رکھتی ہیں) مریم بنت عمران خدیجہ بنت خویلد فاطمہ بنت محمد ﷺ اور آسیہ فرعون کی بی بی۔ آیت کا مناسب مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زوجیت کا شرف تم کو حاصل ہے اس شرف میں اور کوئی عورت تمہاری شریک اور مساوی نہیں ہے۔

تمام خواتین سے افضل:

جمہور کا بالاتفاق طے شدہ مسئلہ ہے کہ تمام عورتوں سے افضل حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ اور ازواج مطہرات میں سب سے بہتر حضرت خدیجہ بنت خویلد نیز حضرت مریم بنت عمران اور حضرت آسیہ زوجۂ فرعون اور حضرت عائشہ بنت صدیق اکبر تھیں۔ رضی اللہ عنہن

شیخین نے صحیحین میں اور احمد وترمذی وابن ماجہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردوں میں تو بہت لوگ کامل ہوئے مگر عورتوں میں سوائے آسیہ زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران کے اور کوئی عورت کامل نہیں ہوئی۔ اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے دوسرے کھانوں پر ثرید کی فضیلت۔

صحیحین میں آیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عورت مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد تھیں۔ کریب کی روایت میں ہے کہ وکیع نے یہ حدیث بیان کرتے وقت آسمان اور زمین کی طرف اشارہ کیا یعنی آسمان وزمین کی برترین عورتیں صحیحین حضرت عائشہ کی روایت سے آیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے بیان کیا (مجھ سے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ اہل جنت (یا فرمایا مومنوں) کی عورتوں کی تم سردار ہو۔

حضرت حذیفہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ فرشتہ (آیا ہے جو) اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا اس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ مجھے (آکر) سلام کرے اور مجھے اس بات کی بشارت دی کہ فاطمہ اہل جنت کی سردار ہے اور حسن و حسین جوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں (اجازت طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اجازت مل گئی اور اس نے آکر یہ پیغام سنادیا) رواہ الترمذی ترمذی نے اس کو حدیث غریب کہا ہے۔ (تفسیر مظہری)

ان تمام آیات سے ازواج مطہرات کی فضیلت اور بزرگی کو بیان کرنا مقصود ہے اور یہ بتلانا ہے کہ ان سے کبھی کوئی معصیت قبیحہ سرزد نہیں ہوگی اور یہ عورتیں محسنات اور مخلصات ہیں اور امہات المومنین ہیں اور نبی کی وفات کے بعد ان سے کوئی نکاح نہیں کرسکتا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی فضیلت:

ازواج مطہرات باجماع صحابہ وتابعین دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ خصوصاً حضرت علی اور حضرت عمار اور ابوموسیٰ اشعری وغیرہم نے صحابہ وتابعین کے ہزاروں اور لاکھوں کے مجمع میں بآواز د بلند یہ اعلان کیا کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ دنیا اور آخرت میں نبی اکرم ﷺ زوجہ مطہرہ ہیں لہٰذا کسی اور گمراہ فرقہ کا یہ کہنا کہ ازواج مطہرات کا زوجہ رسول ہونا فقط دنیا تک محدود ہے صریح گمراہی ہے۔

تمام ازواج مطہرات متقیہ تھیں:

واقعات اور حالات سے اور کتاب وسنت کی شہادات سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ الحمدللہ ازواج مطہرات از اول تا آخر تمام تقویٰ اور پرہیز گاری پر قائم رہیں حضور پرنور ﷺ کی حیات میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی اور اسی وجہ سے یہ حکم نازل ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابدا ازواج مطہرات دنیا اور آخرت دونوں ہی میں آپ کی زوجہ ہیں۔ مخالفین اسلام نے بڑی کوشش کی مگر کوئی خفیف سے خفیف واقعہ بھی ایسا نہ بتا سکے جس سے ان باتوں کی مخالفت ثابت ہوتی جو ان آیات میں مذکور ہیں۔ (معارف کاندھلوی)

اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلاَ تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوْفاً

ترجمہ: اگر تم ڈر رکھو سو دب کر بات نہ کرو پھر لالچ کرے کوئی جس کے دل میں روگ ہے اور کہو بات معقول۔

بچوں کے صفحات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی؟

آپؓ نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے زیادہ اور اپنی اولادوں سے زیادہ اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے"۔

سچ فرمایا، حقیقت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہی حالت تھی اور کیوں نہ ہوتی جب کہ وہ حضرات کامل ایمان والے تھے۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ سب چیزیں) تم کو اللہ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو تم منتظر رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا"۔

اس آیتِ شریفہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ان سب چیزوں سے کم ہونے پر وعید ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو میری محبت اپنے باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہوجائے"۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ پائی جائیں ایمان کی حلاوت اور ایمان کا مزہ نصیب ہوجائے۔

(۱) ایک یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ سے محبت تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔

(۲) جس کسی سے محبت کرے اللہ ہی کے واسطے کرے۔

(۳) کفر کی طرف لوٹنا اس کو ایسا ہی بھاری اور مشکل ہو جیسا کہ آگ میں گرنا۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے اپنی جان کے علاوہ اور سب چیزوں سے آپ ﷺ زیادہ محبوب ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی شخص مؤمن اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اس کو میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الآن یا عمر (ہاں اب بات بنی، اے عمر!)۔

حضرت سہل تستریؒ فرماتے ہیں: جو شخص ہر حال میں حضور ﷺ کو اپنا ولی نہ جانے اور اپنے نفس کو اپنی مِلک میں سمجھے وہ سنت کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔

ایک صحابیؓ نے آکر حضور ﷺ سے عرض کیا: قیامت کب آئے گی؟

حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے جس کی وجہ سے انتظار ہے؟

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے بہت سی نمازیں، روزے اور صدقے تو تیار نہیں کر رکھے، البتہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میرے دل میں ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت میں تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہو''۔

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے۔''

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو جس قدر خوشی اس ارشادِ مبارک سے ہوئی ہے کسی چیز سے بھی اتنی خوشی نہیں ہوئی اور ظاہر بات ہے ہونا بھی چاہیے تھی کہ حضور ﷺ کی محبت تو اُن کے رگ وپے میں تھی پھر ان کو کیوں خوشی نہ ہوتی۔

حضرت فاطمہؓ کا مکان شروع میں حضور ﷺ سے ذرا دور تھا ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارا مکان میرے قریب ہو۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ حارثہؓ کا مکان آپ کے قریب ہے، آپ ان سے فرمادیں کہ میرے مکان سے بدل لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان سے

پہلے بھی تبادلہ ہو چکا ہے، اب تو شرم آتی ہے۔ حضرت حارثہؓ کو اس کی اطلاع ہوئی فوراً حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ فاطمہؓ کا مکان اپنے قریب چاہتے ہیں، یہ میرے مکانات موجود ہیں، ان سے زیادہ قریب کوئی مکان بھی نہیں، ان میں سے جو پسند ہو بدل لیں۔

یارسول اللہ! میں اور میرا مال تو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی کا ہے۔

یارسول اللہ! اللہ کی قسم! جو مال آپ لے لیں، وہ مجھے زیادہ پسند ہے اس مال سے جو میرے پاس رہے ۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچ کہتے ہو اور برکت کی دعا کی اور مکان بدل لیا۔

ایک صحابیؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ کی محبت مجھے میری جان و مال اور اہل وعیال سے زیادہ ہے، میں اپنوں میں ہوتا ہوں اور آپ کا خیال آجاتا ہے تو صبر نہیں آتا، یہاں تک کہ حاضر ہو کر زیارت نہ کرلوں۔ مجھے فکر ہے کہ موت تو آپ کو بھی اور مجھے بھی ضرور آنی ہے، اس کے بعد آپ تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درجے پر چلے جائیں گے تو مجھے یہ خوف رہتا ہے کہ پھر آپ کو نہیں دیکھ سکوں گا۔

حضور ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور یہ آیت سنائی:

ترجمہ: ”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرماں برداری کریں تو ایسے لوگ جنت میں ان حضرات کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔“

اس قسم کے واقعات بہت سے صحابہؓ کو پیش آئے اور آنا ضروری تھے۔ حضور نے جواب میں یہ آیت سنائی۔“

چناں چہ ایک صحابیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے آپ سے ایسی محبت ہے کہ جب آپ کا خیال آتا ہے تو اگر اس وقت میں آکر زیارت نہ کرلوں تو مجھے گمان ہوتا ہے کہ میری جان نہ نکل جائے، مگر مجھے یہ خیال ہے کہ اگر میں جنت میں داخل ہو بھی گیا تو میں آپ سے نیچے درجے میں ہوں گا، تب بھی مجھے تو جنت میں آپ کی زیارت کے بغیر بڑی مشقت ہوگی۔

آپ ﷺ نے ان کو بھی یہی آیت سنائی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک انصاری صحابیؓ حاضر خدمت ہوئے اور نہایت غمگین تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: غمگین کیوں ہوں؟ عرض کیا: ”یارسول

اللہ! ہم صبح وشام حاضر خدمت ہوتے ہیں۔آپ کی زیارت کرتے ہیں، آپ کی خدمت میں بیٹھتے ہیں ۔کل کو آپ انبیاء کے درجے پر پہنچ جائیں گے۔ ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہوگی۔

حضور ﷺ نے سکوت فرمایا، اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے اُن انصاری صحابیؓ کو بھی بلایا اور ان کو اس کی بشارت دی۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: مجھ سے بہت محبت کرنے والے بعض ایسے لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے اور ان کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش اپنے اہل وعیال اور مال کے بدل میں وہ مجھے دیکھ لیتے۔

حضرت خالدؓ کی بیٹی عبدہ کہتی ہیں کہ میرے والد جب بھی سونے کے لیے لیٹتے تو آنکھ نہ لگتی اور جاگتے رہتے، حضور ﷺ کی یاد اور شوق واشتیاق میں لگتے رہتے اور مہاجرین وانصار صحابہؓ کا نام لے کر یاد کرتے رہتے اور یہ کہتے: ''یہ ہی میرے اصول وفروع ہیں (یعنی بڑے اور چھوٹے) اور ان کی طرف میرا دل کھنچا جا رہا ہے، یا اللہ! مجھے جلد ہی موت دے دے کہ ان لوگوں سے جا کر ملوں اور یہی کہتے کہتے سو جاتے۔

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ رات کو حفاظتی گشت فرما رہے تھے کہ ایک گھر میں چراغ کی روشنی محسوس ہوئی اور ایک بڑھیا کی آواز کان میں پڑی جو اُون کو دُھنتی ہوئی اشعار پڑھ رہی تھی۔جن کا ترجمہ یہ ہے:

''محمد ﷺ پر نیکوں کا درود پہنچے اور پاک صاف لوگوں کی طرف سے جو برگزیدہ ہوں ان کا درود پہنچے۔ بے شک یارسول اللہ! آپ رات کو عبادت کرنے والے تھے اور راتوں کے آخری حصے میں رونے والے تھے۔کاش! مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میں اور میرا محبوب کبھی اکھٹے ہو سکتے یا نہیں۔اس لیے کہ موت مختلف حالتوں میں آتی ہے، نہ معلوم میری موت کس حالت میں آئے اور حضور ﷺ سے مرنے کے بعد ملنا ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

حضرت عمرؓ بھی ان اشعار کو سن کر رونے بیٹھ گئے۔

حضرت بلالؓ کا قصہ مشہور ہے کہ جب اُن کے انتقال کا وقت ہوا تو ان کی بیوی جدائی پر رنجیدہ ہو کر کہنے لگیں کہ ہائے افسوس! وہ کہنے لگے سبحان اللہ! کیا مزے کی بات ہے کہ کل محمد ﷺ کی زیارت کریں گے اور ان کے صحابہؓ سے ملیں گے۔

حضرت زیدؓ کو جب سولی دی جانے لگی تو ابوسفیان نے پوچھا: کیا تجھے یہ گوارا ہے کہ ہم تجھے

چھوڑ دیں اور تیری جگہ محمد (ﷺ) کے ساتھ یہ معاملہ کریں۔تو زیدؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے یہ گوارا نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دولت کدہ پر تشریف فرما ہوں اور وہاں ان کو کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے گھر آرام سے رہ سکوں۔ابوسفیان کہنے لگا: میں نے کبھی کسی کو کسی کے ساتھ اتنی کرتے نہیں دیکھا ۔جتنی محمد (ﷺ) کی جماعت کو ان سے ہے۔

علماء نے حضور ﷺ کے ساتھ محبت کی مختلف علامات لکھی ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کے ساتھ محبت کی علامات میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع کرے آپ ﷺ کے طریقے کو اختیار کرے اور آپ ﷺ کے اقوال وافعال کی پیروی کرے، آپ ﷺ کے احکامات کی بجا آوری کرے اور آپ ﷺ نے جن چیزوں سے روک دیا ہے اُن سے پرہیز کرے۔خوشی میں رنج میں، تنگی میں، وُسعت میں ہر حال میں آپ ﷺ کے طریقے پر چلے۔

اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ”آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میری اتباع کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ بڑے معاف کرنے والے، رحم فرمانے والے ہیں۔“

فائدہ: دوستو.....! اس سبق سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمیں سب سے زیادہ محبت کس سے ہونی چاہیے، ذرا آپ جواب دیں کہ وہ کون ہیں؟.....

اور انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے وہ اس کے طور طریقے اپناتا ہے۔اسی کی طرح لباس پہنتا ہے، اسی کی طرح بولتا ہے، اسی کی طرح چلتا ہے، اسی کی طرح ہنستا ہے، کھانا کھانے میں بھی اسی کا اندازہ، پانی پینے میں بھی اسی کا انداز، غرض ہر چیز میں اسی کا انداز اپناتا ہے۔وہ انداز اور طریقے معلوم کرنے کے لیے کتاب ”درسی سیرت اور حضور ﷺ کی عادات مبارکہ“ پڑھیے اور ان پر عمل کریں۔

دوستو! محبت کا جواب محبت ہوتا ہے، لہٰذا ہم جب نبی کریم ﷺ سے محبت کریں گے تو جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ بھی ہم سے محبت کریں گے اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ محبت کریں گے تو ساری مخلوق، سارے لوگ ہم سے محبت کریں گے۔

مجھے اللہ بچائے گا

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کسی سفر میں تھے۔ دوپہر کے وقت ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے کے لیے تشریف لے گئے۔

اتفاق سے صحابہ کرامؓ میں سے بھی اس وقت کوئی قریب نہ تھا۔

آپ ﷺ نے اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی اور درخت کے نیچے سو گئے۔

اسی وقت آپ ﷺ کے ایک دشمن کو خبر ہوئی کہ حضور ﷺ اس تنِ تنہا فلاں درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔ اس نے اس موقعے کو غنیمت سمجھا اور فوراً وہاں آیا، آ کر دیکھا تو واقعی حضور ﷺ تنِ تنہا سو رہے تھے اور تلوار بھی درخت پر لٹک رہی تھی۔

اس نے پہلے دبے پاؤں آ کر تلوار پر قبضہ کیا، پھر اسکے بعد تلوار کو نہایت آہستگی سے نیام سے نکالا اور آپ ﷺ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا، جب بالکل تیار ہو گیا تو آپ ﷺ کو بیدار کیا اور پوچھا کہ:

''من یمنعک منی''

ترجمہ: ''اس وقت آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟''

آپ ﷺ نے اس کو دیکھ کر اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں فرمائی اور اس کے سوال کے جواب میں نہایت اطمینان سے فرمایا: اللہ.....!!!

یعنی مجھے اللہ بچائے گا۔

اس ارشاد کا اثر یہ ہوا کہ وہ ڈر گیا اور ڈر کے مارے لرزنے لگا اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئی۔ آپ ﷺ نے فوراً لپک کر تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ اب تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟

وہ حضور ﷺ کی اس حالت کو دیکھ کر نہایت گھبرایا اور کہنے لگا: مجھے اپنی ہی بچائیں گے۔ آخر آپؐ نے اس پر رحم فرمایا اور اس کی گستاخی کو معاف فرما کر چھوڑ دیا۔

فائدہ: دوستو.....! نبی کریم ﷺ نے کبھی اپنے ذاتی دشمن سے بدلہ نہیں لیا۔ وہ تمام لوگ جنھوں نے آپ ﷺ کو سخت تکلیفیں پہنچائیں تھیں، آپ ﷺ سب کو معاف کر دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بھی بدلہ لینے والے کو نہیں، معاف کرنیوالے کو پسند کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد کا مفہوم ہے:

ترجمہ: ''اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اللہ
ماہنامہ
مِلّیَہ
فیصل آباد
پاکستان
بفیض
قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ
عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا
زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ
رئیس الاحرار حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ
حبیب الرحمٰن لدھیانوی
امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ
محمد یوسف صاحب کاندھلوی
حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ
انیس الرحمٰن لدھیانوی
بانی جامعہ
پیر طریقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ
سید نفیس الحسینی
○ عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ۔
اس میں وہ سب کچھ جس سے ہر ایک مسلمان کا باخبر رہنا ضروری ہے۔
○ بے لاگ تبصروں اور تحقیقاتی تجزیوں سے بھرپور
○ نقطہ نظر کا کالم ہر لکھنے والے کے لئے ○ آپ کے مسائل اور انکا حل
○ طلباء، خواتین اور بچوں کے خصوصی صفحات
○ حصہ شعر و سخن۔ جس میں حمد و نعت، نظم اور غزل۔
○ تذکرۂ اکابر سے مزین تحقیقی مقالہ جات
○ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی دعوت دے کر
اس صدقۂ جاریہ میں شریک کریں۔
رابطہ کیلئے
ماہنامہ ملّیہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ
محلّہ خالصہ کالج فیصل آباد
فون 041-8711569
www.milliafsd.com

MONTHLY MAGAZINE

Millia

JAMIA MILLIA ISLAMIA

FAISALABAD PAKISTAN

Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569

E-mail: milliafsd@yahoo.com Fax # 041-8502213

جامعہ ملّیہ اسلامیہ خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

مسجد مدرسہ والی محلہ خالصہ کالج فیصل آباد میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان فیصل آباد کی طرف سے

بفیض

خانقاہ قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

قیام گاہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

قیام گاہ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

قیام گاہ امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

آرام گاہ حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ

قیام گاہ پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

عظیم الشان

مدارسِ دینیہ کی اہمیت و اتحادِ امت کانفرنس

کی تفصیلات انٹرنیٹ پر

www.milliafsd.com

مجلس منتظمہ

جامعہ ملّیہ اسلامیہ خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ مسجد مدرسہ والی محلہ خالصہ کالج فیصل آباد